اگست
2022ء

حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۝۵ (القرآن:54)

ماھنامہ

حکمتِ بالغہ

جھنگ

75 واں
یومِ آزادی
مبارک

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

نیا اسلامی سال
1444ھ
مبارک

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 16
شمارہ : 08
محرم : 1444ھ
اگست : 2022ء

وَلَقَدۡ یَسَّرۡنَا الۡقُرۡاٰنَ لِلذِّکۡرِ فَهَلۡ مِنۡ مُّدَّکِرٍ (القران)

اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ۲۷ سورۃ القمر)

ISSN : 2305-6231

ماھنامہ

حِکمتِ بالغہ

جھنگ

بانی مدیر : انجینئر مختار فاروقیؒ

مدیر مسئول : انجینئر عبد اللہ اسماعیل

مشاورت
ڈاکٹر طالب حسین سیال
حاجی محمد منظور انور
پروفیسر خلیل الرحمٰن
عبد اللہ ابراہیم

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور: ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

سالانہ زرِ تعاون: اندرونِ ملک 600 روپے
معمول کا شمارہ: 60 روپے

اہلِ ثروت حضرات سے خصوصی زرِ تعاون پچیس ہزار روپے یکمشت

ترسیلِ زر بنام : انجمن خدام القرآن رجسٹرڈ جھنگ

Web site:
www.hamditabligh.net

Email:
hikmatbaalgha1@yahoo.com

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر 2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6778561

انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤْمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات	1		3
بارگاہِ نبوی ﷺ میں چند لمحات	2		5
حرفِ آرزو	3	انجینئر عبداللہ اسماعیل	7
قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح	4	انجینئر مختار فاروقی ؒ	11
...... مطالعۂ سورۃ الکھف (7)	5	محمد نعمان اصغر	32
تربیت اولاد کے اسلامی اصول (8)	6	حافظ خالد حیات محمود	40
اُسوۂ ابراہیمی علیہ السلام	7	محمد رشید عمر	45
پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ	8	محمد منظور انور	53
پاکستانی ریاست اور عوام کی دکھتی رگ: معیشت	9	محمد نذیر یاسین	59
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفےٰ ﷺ است	10	عبداللہ ابراہیم	61

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

اردو ترجمہ : فتح محمد خان جالندھری

انگریزی ترجمہ : ڈاکٹر عبدالسمیع حفظہ اللہ

قرآن مجید
کے ساتھ
چند لمحات

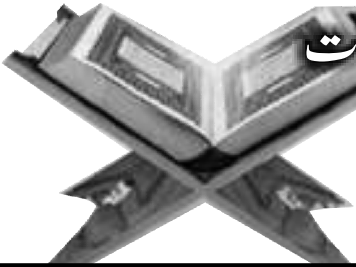

(02)	اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ	آیات
سورة البقرة	بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	207-201

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ

اور بعضے ایسے ہیں کہ دعا کرتے ہیں کہ

And there are others who say (while praying),

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً

پروردگار! ہم کو دنیا میں بھی نعمت عطا فرما اور آخرت میں بھی نعمت بخش

“Our Lord! Bless us: with a virtuous life,

in this world; and a fortune in the hereafter;

وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ﴿۲۰۱﴾

اور ہم کو دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ

And also save us from the torment of fire.”

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِيْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا

یہی لوگ ہیں جن کے لیے ان کے کاموں کا حصہ (یعنی اجر نیک تیار) ہے

Such will be allotted a share,

as a return to what, they earned.

وَاللّٰهُ سَرِيۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾

اور اللہ جلد حساب لینے والا (اور جلد اجر دینے والا) ہے

Allah is Swift in settling the account.

وَ اذۡكُرُوا اللّٰهَ فِىۡٓ اَيَّامٍ مَّعۡدُوۡدٰتٍ

اور (قیامِ منیٰ کے) دنوں میں (جو) گنتی کے (دن ہیں) اللہ کو یاد کرو

And praise Allah, during a few definite days.

فَمَنۡ تَعَجَّلَ فِىۡ يَوۡمَيۡنِ فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ

اگر کوئی جلدی کرے (اور) دو ہی دن میں (چل دے) تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں

So, one who has no time to stay (at Mina)

after two days, he is not blame worthy;

وَمَنۡ تَاَخَّرَ فَلَآ اِثۡمَ عَلَيۡهِ لِمَنِ اتَّقٰى

اور جو بعد تک ٹھہرا رہے اس پر بھی کچھ گناہ نہیں۔ یہ باتیں اس شخص کے لیے ہیں جو (اللہ سے) ڈرے

So is there no blame on one, who stays more,

Provided they stay with Taqwa

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اعۡلَمُوۡٓا اَنَّكُمۡ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۰۳﴾

اور تم لوگ اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تم سب اس کے پاس جمع کیے جاؤ گے

And do fear Allah and keep in mind that you all

will be gathered before him.

وَ مِنَ النَّاسِ مَنۡ يُّعۡجِبُكَ قَوۡلُهٗ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا

اور کوئی شخص تو ایسا ہے جس کی گفتگو دنیا کی زندگی میں تم کو دلکش معلوم ہوتی ہے

There is a type of man, whose conversation

highly impresses you, in the worldly life;

وَ يُشۡهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِىۡ قَلۡبِهٖ وَ هُوَ اَلَدُّ الۡخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾

اور وہ اپنے مافی الضمیر پر اللہ کو گواہ بناتا ہے حالانکہ وہ سخت جھگڑالو ہے

And he may even call Allah to witness, what is in his heart,

Yet he is the most rigid opponent

وَ اِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا

اور جب پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں دوڑتا پھرتا ہے تاکہ اس میں فتنہ انگیزی کرے

And when he turns away he makes efforts,
through out the earth to create mischief on it

وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ

اور کھیتی کو (برباد) اور (انسانوں اور حیوانوں کی) نسل کو نابود کردے

And to destroy the crop and cattle

وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾

اور اللہ فتنہ انگیزی کو پسند نہیں کرتا

And Allah does not like mischief.

وَ اِذَا قِیْلَ لَهُ اتَّقِ اللّٰهَ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ

اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے خوف کرتو غرور اس کو گناہ میں پھنسا دیتا ہے

But when he is asked to fear Allah Arrogance carries him to sin.

فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ وَ لَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾

سو ایسے کو جہنم سزاوار ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے

Hell therefore is the proper place, for him;
And worst indeed that retiring place is.

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے

While among the people there are others who give away
their lives, Seeking Allah's pleasure.

وَ اللّٰهُ رَءُوْفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور اللہ بندوں پر مہربان ہے

And Allah is Affectionate to his slaves.

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْم

قَالَ النَّبِیُّ ﷺ

اجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ

تباہ و برباد کردینے والے سات گناہوں سے بچو

قِیْلَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَمَا ھُنَّ؟ قَالَ:

پوچھا گیا: یارسول اللہ! وہ کون سے سات گناہ ہیں؟ فرمایا:

الشِّرْکُ بِاللّٰہِ، وَ السِّحْرُ،

(۱) اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، (۲) جادو کرنا،

وَ قَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ، وَ أَکْلُ مَالِ الْیَتِیمِ،

(۳) ناحق کسی کو قتل کرنا، (۴) یتیم کا مال کھانا،

وَ أَکْلُ الرِّبَا، وَ التَّوَلِّی یَوْمَ الزَّحْفِ،

(۵) سود کھانا، (۶) لڑائی کے دن (میدانِ جنگ سے) فرار ہونا

وَقَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ

اور (۷) پاکدامن بھولی بھالی ایمان والی عورتوں پر بہتان لگانا

(متفق علیه، عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ)

حرفِ آرزو

زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

پاکستان کا قیام
عالمی اسلامی جمہوری فلاحی انقلاب
کی طرف پیش قدمی

تاریخ انسانی حکومتوں، تہذیبوں اور ہمہ مقتدر حکمرانوں کے عروج و زوال کے واقعات سے عبارت ہے جیسے انفرادی سطح پر زمین میں قبریں اور قبرستان ہیں اسی طرح روئے ارضی تہذیبوں کا قبرستان ہے۔ انسان کی زندگی چھ سات دہائیاں ہوتی ہے تو تہذیبوں کی زندگی چھ سات صدیاں ہوتی ہے۔

دنیا میں تہذیبوں کا زوال دراصل نظریاتی زوال ہوتا ہے۔ مسلمانوں میں بھی 656ھ (1258ء) میں اسی طرح کے نظریاتی زوال کے بعد بنوعباس کی حکومت چنگیز و ہلاکو کے ذریعے ختم ہوگئی تھی۔ آج کی مغربی تہذیب بھی اپنے دورِعروج سے گزر کر زوال پذیر ہے اور چھ صدیاں مکمل کر چکی ہے۔ اس عرصہ میں اس کی سائنسی ترقی اپنی جگہ مگر نظریاتی اِفلاس، اَخلاقی گراوٹ، انسانی اقدار کا خاتمہ ایسے حقائق ہیں کہ اس کے بعد گراوٹ کا کوئی اگلا درجہ باقی نہیں رہا۔ لہٰذا تہذیب مغرب کا اب جنازہ اٹھا ہی چاہتا ہے۔ علامہ اقبال نے ایک صدی قبل اس فرنگی تہذیب کے بارے میں فرمایا تھا:

تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکُشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا، ناپایدار ہوگا

آج کی مغربی تہذیب کے پس پردہ صہیونیت کی نادیدہ قوت ہے جس نے برطانوی فرنگی زوال

کے بعد امریکہ کو آگے کر دیا، UNO قائم کی، نیو ورلڈ آرڈر متعارف کرایا۔ تاہم اب یہ تہذیب تمام تر کوششوں اور تدابیر کے باوصف حالت نزع میں ہے اور برطانیہ اور روس کے بعد امریکی عالمی سپر پاور کا یقینی زوال اب نوشتۂ دیوار ہے۔

یہ بات امریکی نمک خواروں اور امریکی حمایت سے سیاست، تجارت، میڈیا، فلم انڈسٹری، سپورٹس انڈسٹری اور سیر و تفریح (ENTERTAINMENT) کے میدانوں میں ابلیسی کردار ادا کرنے والوں کے لیے ایک ڈراؤنے خواب سے کم نہیں کہ امریکہ کو بھی زوال سے دوچار ہونا ہے اور اب یہ زوال بہت قریب ہے۔

عالمی صہیونی مغربی طاقت امریکہ کے زوال میں ایک عشرہ لگے یا پانچ، قطع نظر اس سے، مستقبل کی سپر طاقت 'اسلام' ہے۔ انسانیت کے لیے خداشناس، وحی شناس، علم دوست، اخلاق دوست اور ماحول دوست تعلیمات اسلام کی تعلیمات کے سوا کوئی اور ممکن نہیں۔ انسانیت اسی 'آئیڈیل' کی تلاش میں گزشتہ دو صدیوں سے سرگرداں ہے۔ بقول علامہ اقبال

ہر کُجا بینی جہانِ رنگ و بُو
زاں کہ از خاکش بروید آرزُو
یا ز نُورِ مصطفٰے ﷺ او را بہا است
یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفٰے ﷺ است

(تم رنگ و بو کے جہاں میں جدھر بھی دیکھتے ہو، جو بھی آرزو اس کی خاک سے ظاہر ہوتی ہے
وہ سب یا تو نورِ مصطفٰے ﷺ سے چمک دمک رہا ہے یا وہ ابھی مصطفٰے ﷺ کی تلاش میں ہے)

دوسری طرف نبی آخر الزمان حضرت محمد ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کا مفہوم بھی ہے کہ دنیا میں اسلام کے صدرِ اوّل کے دور خلافت راشدہ کے بعد مسلمانوں میں بادشاہت آجائے گی اور پھر مسلمان غلامی کا شکار ہو جائیں گے اس دور غلامی کے خاتمہ پر دنیا میں اسلام کی تعلیمات کے مطابق حکومت یعنی نظامِ خلافت دوبارہ قائم ہو گی اور اب یہ حکومت پھیل کر عالمی (GLOBAL) ہو جائے گی۔

تیسری طرف پاکستان بیسویں صدی کے نصف میں، مغربی تہذیب کے دورِ عروج

کے نصف النہار پر ایک نظریاتی ملک بنا۔ اس کا آئین خدا کی حاکمیّت کا اقرار کرتا ہے، قراردادِ مقاصد اس آئین کا رُخ معین کرتی ہے قانون سازی کے لیے طے ہے کہ کوئی قانون سازی کسی سطح پر قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوسکتی۔

ابھی تک امریکی دباؤ میں ہمارے حکمران ملک پاکستان کو جیسے بھی چلاتے رہے ہیں وہ سب کے سامنے ہے مگر امریکی زوال کے بعد، جبکہ پاکستان کے اندرونی معاملات اور حکومتوں کی اکھاڑ بچھار میں اس کی مداخلت ختم ہوجائے گی، پاکستان کے لیے ممکن ہوگا کہ وہ اپنے مقصدِ قیام، دوقومی نظریہ اور آئینی تقاضوں کی طرف رجوع کرے۔

یہ سعادت ان شاء اللہ اسی خطہ کے مسلمانوں کے نصیب میں لکھی جاچکی ہے کہ یہاں ایک مثالی جمہوری فلاحی اسلامی حکومت وجود میں آئے گی جو پھیل کر پورے کرۂ ارض کو اپنی لپیٹ میں سمیٹ لے گی۔

کیا کرنا چاہیے؟

قارئین کرام! ان سطور میں آنے والے اس دور کی جو دھندلی سی تصویر آپ کے سامنے گئی ہے۔ اس تصویر کو حقیقت کا جامہ پہنانے کے لیے ہر شخص کو اپنے حصے کا کام کرنے کے لیے کمربستہ ہوجانا چاہیے۔ اس دور کی ایک جھلک انسانیت پہلے بھی خلافت راشدہ کی شکل میں دیکھ چکی ہے اور آج بھی روئے ارضی کی تمام سعید روحیں اسی مثالی انسانی فلاحی دور کی منتظر ہیں اور اسی کا خواب دیکھا تھا حضرت علامہ اقبال علیہ الرحمہ نے جس کے نتیجے میں پاکستان عالمی نقشہ پر اُبھر کر آگیا تھا۔ انھوں نے 1930ء میں جلسہ الٰہ آباد کے اپنے صدارتی خطاب میں فرمایا تھا:

> ''......میں ہندوستان اور اسلام کے بہترین مفاد میں ایک الگ مسلم ریاست کے بنانے کا مطالبہ کرتا ہوں۔''
>
> ''اسلام کے لئے یہ ایک موقع ہوگا کہ عرب ملوکیت کے تحت اس پر جو پردے پڑ گئے تھے ان سے چھٹکارا حاصل کرسکے اور اپنے قوانین، تعلیمات اور ثقافت کو اپنی اصل روح کے ساتھ روحِ عصر سے ہم آہنگ کرسکے۔''

کسی انقلاب کے لیے اہل قلم (شعراء، صحافی، ادیب، افسانہ نگار، ناول نگار،

مصنّفین وغیرہم) ہراول دستہ ہوتے ہیں۔ انھیں چاہیے کہ آنے والے انقلاب ـــــ عالمی اسلامی جمہوری فلاحی انقلاب ـــــ کے لیے زمین ہموار کریں یعنی ایسے ناول، ڈرامے اور افسانے تحریر کرنا جو اسلام کی تعلیمات، اسلامی تہذیب اور اسلامی تمدن، اسلامی اخلاق، خداشناسی اور وحی شناسی کا ماحول پیدا کردیں، اور فلاحِ انسانیت کے مشن کی تکمیل کے لیے دُکھی انسانیت، مظلوم عوام اور عالمی کارپوریٹ کلچر کی ستائے ہوئے انسانوں کے دُکھوں کا مداوا کریں اور ان کو اس اندرونی کرب سے نجات دلائیں۔

دنیا کے کسی خطے کا رہنے والا ہر معقول انسان (مرد ہو یا عورت) یہی چاہتا ہے کہ عدل وانصاف ہو، امن ہو، سکون ہو، عفّت وعصمت کی حفاظت ہو، معاشی عدل ہو، کفالت کا نظام ہو، جہاں بیواؤں، یتیموں، معذورں، ضرورتمندوں کی عزت نفس کو ٹھیس لگائے بغیر ان کی سرپرستی ہو، جہاں روٹی، کپڑا، مکان، تعلیم اور علاج معالجہ ہر شہری (بلالحاظ رنگ، نسل، زبان، علاقہ اور مذہب) کا حق ہو۔

دنیا میں عدل وانصاف پر مبنی ایک عالمی حکومت کا قیام (جو آسمانی ہدایت اور خداشناسی کے تصورات پر مبنی ہو) ایک شُدنی امر نوشتۂ دیوار ہے یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی کہ آنے والے اس سہانے دور کے پیغام کو عام کرکے انسانیت کے لیے بارانِ رحمت سے پہلے ٹھنڈی ہوا کا جھونکا بن جائیں۔ علامہ اقبال نے ایک صدی قبل برطانوی ہند میں کہا تھا:

ے میر عرب ﷺ کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے
میرا وطن وہی ہے، میرا وطن وہی ہے

سبق پھر پڑھ صداقت کا، عدالت کا، شجاعت کا
لیا جائے گا تجھ سے کام دنیا کی امامت کا

دورۂ ترجمۃ القرآن

قرآن کریم کا ترجمہ و مختصر تشریح

مدرس : انجینئر مختار فاروقیؒ

سُوْرَةُ الْبَقَرَة

آیات 113 تا 123

یہود و نصاریٰ کہتے ہیں جنت میں صرف یہودی اور نصرانی جائیں گے حالانکہ ان کی آپس کی جو اندرونی لڑائیاں ہیں قرآن نے ان کا پول بھی کھول دیا ہے۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَیْءٍ اور یہود کہتے ہیں یہ نصاریٰ (عیسائیوں) کی تو کوئی بنیاد ہی نہیں ہے

ان کا تو کوئی مذہب ہی نہیں، ان کا بے بنیاد مذہب ہے۔

وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَیْءٍ اور نصاریٰ یہود کے بارے میں کہتے ہیں کہ ان کا بے بنیاد مذہب ہے

ان کی کوئی حقیقت نہیں۔

وَّ هُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ حالانکہ وہ کتاب پڑھتے ہیں

دونوں OLD TESTAMENT کا مطالعہ کرتے ہیں، دونوں ایک ہی کتاب پر یقین رکھتے ہیں لیکن آپس میں نظریات اتنے مخالف ہیں کہ وہ اُس کو کافر کہہ رہا ہے یہ اِس کو کافر کہہ رہا ہے۔ مسلمانوں کے مقابلے میں وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم دونوں جنت میں جائیں گے مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے۔ یہ تضادات مذہبی میدان میں ضدم ضدا کی وجہ سے وجود میں آتے ہیں۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ اسی طرح، ان لوگوں نے ان کی باتوں جیسی باتیں کہیں جو علم نہیں رکھتے

یعنی جاہل لوگوں نے اسی طرح کی بہکی بہکی باتیں کی ہیں

فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فیصلہ فرمادے گا ہر اس چیز میں جس میں یہ آپس میں اختلاف کرتے رہے ہیں۔

سب کچھ لکھا ہوا ہے ریکارڈ موجود ہے اللہ تعالیٰ سب کے فیصلے فرمادے گا کون سچا تھا کون جھوٹا تھا۔

اگلی آیت میں قریش اور اہل مکہ کی طرف اشارہ ہے کہ انھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کی سخت مخالفت کی، ان کے قتل کا منصوبہ بنایا اور ان کو مکہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔ان کا جرم کیا تھا؟ کون سا جرم کیا تھا؟ کس قانون کے تحت ان کی زندگی مکے میں اجیرن کردی گئی؟ کوئی چوری کی تھی؟ کوئی ڈاکا ڈالا تھا؟ کوئی زمین کا جھگڑا تھا؟ کوئی اور معاملہ تھا؟ کچھ بھی نہیں تھا۔قریش مکہ اگر سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کی عبادت گاہ ہے تو انھوں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو اور ان کے ساتھیوں کو اس سے کیوں روکا؟

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ اور اس سے زیادہ ظالم کون ہوگا جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں سے کہ اس میں اللہ کا نام لیا جائے۔

وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا اور کوشش کرے اس کو اجاڑنے کی۔

اللہ کی توحید کو ماننے والے تو مسلمان ہی ہیں، ان کو وہاں سے نکال دیا کہ یہ اللہ کے گھر میں نہ آئیں۔تو یہ اللہ کے گھر کو آباد کرنے کوشش ہو رہی ہے یا اس کو اجاڑنے اور برباد کرنے کی کوشش ہو رہی ہے؟

اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ایسے لوگ اس لائق نہیں ہیں کہ وہ اللہ کے گھر میں داخل ہوں مگر ڈرتے ڈرتے۔

گویا ابھی سے اشارہ کردیا گیا ہے کہ یہ جائز نہیں ہے ان کا وہاں اقتدار قائم رہے یا ان کے قبضے میں بیت اللہ رہے۔اس بیت اللہ کے اصل وارث تو مسلمان ہیں اس وراثت ابراہیمی کے اصل وارث تو محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ماننے والے ہیں۔ یہ قبضہ مخالفانہ ہے جو قریش

کیے بیٹھے ہیں لہٰذا یہ اس وقت تک برداشت ہے جب تک مسلمانوں میں طاقت نہیں ہے۔ یہ سورۃ البقرہ دو ہجری میں نازل ہو رہی ہے آٹھ ہجری میں مکہ فتح ہو گیا چھ سال کی بات ہے۔ جب طاقت آئے گی تو بیت اللہ کو آزاد (LIBERATE) کروائیں گے اسی وقت تک قابل برداشت ہے جب تک طاقت ہمارے پاس نہیں ہے۔

لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ ایسے لوگوں کے لیے تو دنیا میں ذلت ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔

وَ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ اور اللہ ہی کے لیے ہے مشرق اور مغرب

آگے چند آیات کے بعد تحویل قبلہ کا حکم آرہا ہے (مدینے میں آپ ﷺ اور مسلمان پہلے بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے وہ مدینہ سے شمال کی طرف ہے جب تحویل قبلہ کا حکم ہوا کہ بیت اللہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو، تو وہ مدینے سے جنوب کی طرف ہے) تو اس کے لیے اللہ نے تمہیداً یہ کہہ دیا کہ یہ جو سمتیں ہم نے مقرر کی ہیں یہ تو ایک ڈسپلن بنانے کے لیے ہیں جماعتی زندگی کے لیے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کسی خاص سمت میں مقید نہیں ہے۔ اللہ کے لیے مشرق بھی ہے مغرب بھی ہے، شمال بھی ہے جنوب بھی ہے۔

فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ تم جدھر بھی منہ کرو گے ادھر ہی اللہ کو پاؤ گے۔

اب نظم اس میں ہے کہ اگر آزاد چھوڑ دیا جائے کہ جو جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھے تو باجماعت نماز تو نہیں ہو سکتی، کوئی کہے گا ہم نے تو اِدھر منہ کرنا ہے کوئی کہے گا ہم نے تو اُدھر منہ کرنا ہے۔ باجماعت نماز کے لیے تو ایک سمت مقرر کرنا ضروری ہے اور اسی کے لیے اللہ نے ایک سمت مقرر کی ہے۔ وہ جیسے غالب نے کہا ہے کہ

ؔ ہے پرے حد اِدراک سے اپنا مسجود
قبلہ کو اہل نظر قبلہ نما کہتے ہیں

یہ بیت اللہ تو قبلہ نما ہے۔ ہم اس کمرے کو سجدہ نہیں کر رہے، ہم تو اللہ کو سجدہ کر رہے ہیں۔ یہ صرف ایک سمت ہے جو اللہ نے مقرر کر دی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ بے شک اللہ تعالیٰ بہت وسعت والا ہے جاننے والا ہے۔

وَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا اور یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنایا ہے

اللہ نے مخلوق میں سے اپنی اولاد بنائی ہے، کسی کو بیٹا بنالیا ہے

سُبۡحٰنَہٗ وہ اس سے پاک ہے (کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ لَمۡ یَلِدۡ وَ لَمۡ یُوۡلَدۡ)

بَلۡ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ بلکہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اسی کا ہے

وہ سارا اس کی مخلوق ہے۔

کُلٌّ لَّہٗ قٰنِتُوۡنَ ﴿۱۱۶﴾ سب اس کے سامنے جھکنے والے ہیں۔ اس کے فرمانبردار ہیں۔

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ اللہ تو آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود بخشنے والا ہے۔

اس نے آسمانوں کو اور زمین کو بغیر کسی کی مدد کے پیدا کیا ہے، بغیر کسی چیز کی معاونت کے۔ ایک ہوتا ہے تخلیق، ایک ہوتا ہے اِبداع۔ تخلیق یہ ہے کہ جیسے بڑھئی کوئی میز بنا دیتا ہے لکڑی موجود ہے کیل موجود ہے رنگ روغن موجود ہے اوزار موجود ہیں اس نے تھوڑی سی محنت کی لکڑی کی شکل بدل کے ایک میز بنادیا یہ تخلیق ہے یا مستری نے عمارت بنادی اینٹیں موجود ہیں سیمنٹ موجود ہے ریت موجود ہے اور اس نے ان کو جوڑ کر عمارت بنادی، یہ بھی تخلیق ہے۔ اِبداع یہ ہے کہ کوئی چیز نہیں تھی پھر ہر چیز کو بنایا۔ اللہ نے اس کائنات کا ابداع کیا ہے شروع میں کچھ نہیں تھا اس نے سارے آسمان زمین بنادیے یہ ابداع ہے یعنی عدم سے وجود بخشنا۔

وَاِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾ اور جب اللہ کسی چیز کو حکم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے کہتا ہے ہو جا، وہ ہو جاتی ہے۔

یہ جو اِبداع کا مرحلہ ہے اس میں وقت نہیں لگتا۔ تخلیق کا جو مرحلہ ہے اس میں وقت بھی لگتا ہے جگہ (SPACE) بھی درکار ہے۔ دنیا میں آپ کوئی درخت لگاتے ہیں بیج لگاتے ہیں اس کے درخت بننے اور پھل لانے میں وقت لگتا ہے لیکن جو اِبداع ہے اس میں قرآن مجید میں کئی مرتبہ ذکر ہے کُنۡ فَیَکُوۡن ادھر اللہ فرماتا ہے ہو جا ادھر وہ ہو جاتا ہے اس میں وقت نہیں لگتا۔

وَقَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لَوۡلَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوۡ تَاۡتِیۡنَاۤ اٰیَۃٌ اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے: اللہ ہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا اس کی کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں آتی۔

ہم پر معجزات کیوں ظاہر نہیں ہوتے۔ صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر کیوں فرشتہ آتا ہے۔

كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّثْلَ قَوْلِهِمْ اسی طرح اُن لوگوں نے ان جیسی باتیں کہی ہیں جو ان سے پہلے تھے

تَشَابَهَتْ قُلُوْبُهُمْ ان کے دل ایک جیسے ہیں۔

ان لوگوں کی ایک جیسی MENTALITY ہے۔ سوچ کے دھارے ایک جیسے ہیں۔

قَدْ بَيَّنَّا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ بے شک ہم نے بیان کردی ہیں نشانیاں اُن لوگوں کے لیے جو یقین کرنے والے ہیں۔

کہ کیوں ہر ایک پر فرشتہ نہیں آتا اور کیوں اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنا دیدار نہیں کرواتا۔ یہ کیوں ممکن نہیں ہے۔ عقل والوں کے لیے اس میں نشانیاں ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اور ان کی قوم نے بھی کہا تھا ان کے ساتھ جو کچھ گزرا ہے ان کے سامنے ہے۔ اس سے عبرت پکڑیں۔

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے لوگوں کے لیے بشیر (خوشخبری دینے والا) اور نذیر (خبردار کرنے والا) بنا کر۔

جو لوگ نیکوکار ہیں اچھے کام کر رہے ہیں ضمیر کے مطابق زندگی بسر کر رہے تکلیفیں برداشت کر رہے ہیں ان کے لیے اللہ کے نبی اور رسول بشیر بن کر آئے ہیں کہ یہ زندگی ختم ہونے والی ہے یہ مصیبتیں ٹل جائیں گی تھوڑے دن اور ہیں برداشت کرو صبر کرو۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم WARN (خبردار) کرنے والے ہیں ان لوگوں کے لیے جو حرام خوری کر رہے ہیں جو اللہ کی نافرمانی کر رہے ہیں لوگوں کا پیسہ لوٹ کر اس سے گل چھرے اُڑا رہے ہیں کہ یہ تم آگ سے کھیل رہے ہو یہ پیسہ نہیں ہے یہ مرغِ مسلّم نہیں ہے جو تم کھاتے ہو یہ آگ ہے۔ یتیموں کا یا دوسروں کا مال جس کو تم پیٹ میں اتار رہے ہو اب وہ آگ نظر نہیں آتی ادھر آنکھیں بند ہوں گی ادھر آنکھیں کھلیں گی تو نظر آئے گا کہ وہ آگ تھی ان کے لیے WARN کرنے والے ہیں اللہ کے نبی اور رسول۔

وَّلَا تُسْئَلُ عَنْ اَصْحٰبِ الْجَحِيْمِ ﴿۱۱۹﴾ اور اے نبی آپ سے نہیں پوچھا جائے گا ان کے بارے میں جنھوں نے اپنے آپ کو آگ کا مستحق بنالیا۔

جو آپ کے کہنے پر کان نہیں دھر رہے آپ کی ہدایت پر عمل نہیں کر رہے اور اس کے نتیجے میں وہ جہنم میں جائیں گے تو آپ سے ان کے بارے میں نہیں پوچھا جائے گا کہ آپ کے

ہوتے ہوئے یہ جہنم میں چلے گئے۔آپ کا کام تو صرف پہنچا دینا ہے، آگے ماننا نہ ماننا، عمل کرنا نہ کرنا یہ ان کا کام ہے۔

وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى اور اے نبی! آپ سے ہرگز راضی نہیں ہو سکتے یہ یہود اور نصاریٰ۔

آج کی دنیا میں بھی جو ساری انٹرنیشنل پولیٹکس ہے اس میں یہ یہود پیچھے پیچھے ہیں اور نصاریٰ، امریکہ اور یورپ آگے آگے ہیں، پیچھے سے ڈوریں یہود ہلا رہا ہے۔اب ہم چاہتے ہیں کہ ان کے ساتھ ہمارے تعلقات ہو جائیں ان کو راضی کرلیں خوش کرلیں۔اس دور میں بھی جب قرآن اُتر رہا تھا، مدینے کی یہی صورت حال تھی اور آج بھی بعینہٖ وہی صورت حال ہے۔اللہ نے ہمیں یہ ہدایت دی ہے کہ آپ سے راضی نہیں ہو سکتے یہود اور نصاریٰ

حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ یہاں تک کہ آپ ان کی ملت کا اتباع کریں۔

ان کا مذہب اختیار کرلیں اس کے علاوہ ان کو راضی کرنے کی کوئی صورت نہیں۔

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى اے نبی ﷺ ان سے فرما دیجیے جو راہ اللہ بتلاتا ہے وہ ہے اصل راہ۔

اصل ہدایت تو اللہ کی ہے۔

وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ اور اگر بالفرض آپ ان کی خواہشات کے پیچھے چلیں گے

اللہ نے نبی اکرم ﷺ کو بھی سخت الفاظ فرما دیے کہ اگر بالفرض آپ ان کی تابعداری کریں گے ان کی خواہشات کے پیچھے چلیں گے کہ چلو یہود کی کوئی بات مان لو اس وقت ان کے ساتھ معاملات نہ بگاڑو، کل کو ٹھیک ہو جائیں گے۔اے نبی ﷺ اگر آپ ان کی اتباع کریں گے ان کی خواہشوں کی پیروی کریں گے

بَعْدَ الَّذِيْ جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ اس کے بعد کہ آپ کے پاس العلم آچکا

قرآن آچکا ہے ہدایت آچکی ہے

مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۲۰﴾ تو آپ کا نہ کوئی دوست ہو گا اور نہ کوئی مددگار۔

یعنی اللہ بھی آپ کی مدد نہیں کرے گا اور اللہ چھوڑ دے تو کون کسی کی مدد کر سکتا ہے۔گویا

کہ آپ کسی طریقے پر ان کے ساتھ COMPROMISE نہ کریں اپنے موقف پر ڈٹے رہیں قرآن کی ہدایت پر ڈٹے رہیں ان کے ساتھ کسی درجے میں بھی کوئی لے دے کر معاملہ نہ کریں۔

اَلَّذِيۡنَ اٰتَيۡنٰهُمُ الۡكِتٰبَ يَتۡلُوۡنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب وہ اس کی تلاوت کا حق ادا کرتے ہیں۔

جن کو ہم کتاب والا بناتے ہیں وہ اس کو پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔اس میں ہمارے لیے ایک خوشخبری کا پہلو بھی ہے کہ ہم بھی بیٹھے اللہ کی اسی کتاب کو پڑھ رہے ہیں، ہم بھی اس کے حامل ہیں ہمیں بھی اللہ نے توفیق بخشی ہے کہ ہم یہ کتاب پڑھ رہے ہیں۔ مسلمانوں پر قرآن مجید کے پانچ حقوق بیان کیے گئے ہیں۔اس موضوع پر ایک کتابچہ بھی ہے آپ اس کا مطالعہ کیجیے کہ قرآن مجید کے کیا حقوق ہیں اور تلاوت کا حق ادا کرنے کے لیے انسان کو کیا کچھ کرنا پڑتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِهٖ جو ایسا کرتے ہیں صرف وہی قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔

کہنے کو تو اگر ہاتھ کھڑے کروائیں جائیں کہ کون کون قرآن کو مانتا ہے تو سب لوگ ہاتھ کھڑے کرلیں گے لیکن جو حق تلاوت ادا کرتا ہے وہی حقیقتاً قرآن پر ایمان رکھتا ہے۔

وَمَنۡ يَّكۡفُرۡ بِهٖ جو کفر کرے قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرنے سے

کفر کے دو معنی ہیں ایک ہے چھپانا، کہ دل میں تو مانتا ہے کہ یہ اللہ کا کلام ہے اس کو پڑھنا چاہیے اس کا حق ادا کرنا چاہیے لیکن زبان سے انکار کررہا ہے۔دوسرا ہے ناشکری کرنا، اللہ نے یہ کتاب عطا فرمائی ہے اللہ نے صلاحیتیں بھی دی ہیں وقت بھی دیا ہے پیسہ بھی دیا ہے فراغت بھی دی ہے چاہتا ہے کہ قرآن کی خدمت کرلی جائے یہی کام آنے والی ہے لیکن عملاً کچھ نہیں کررہے یہ گویا کہ اللہ کی ان نعمتوں کی ناشکری ہے۔فرمایا جو انکار کرے قرآن کی تلاوت کا حق ادا کرنے سے یا اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو قرآن کی خدمت پر نہ لگائے، ناشکری کرے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ﴿۱۲۱﴾ یہی لوگ ہیں جو بالآخر خسارے والے ہیں۔

آج انہیں محسوس نہیں ہورہا کل قیامت کے دن ہاتھ ملیں گے کہ ہائے افسوس یہ کام کرلیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔

اب وہ دو آیتیں اخیر میں پھر آرہی ہیں جو یہود کے تذکرہ کے شروع میں آئی تھیں۔ گویا کہ یہ بریکٹ ہے شروع میں بھی اور اخیر میں بھی اور اس کے اندر اندر یہود کے جرائم کا ذکر کیا گیا اور اس کے باہر وہ رکوع ہے جو تمہید یا دیباچہ ہے جس میں دعوت کے انداز میں یہود کو کہا گیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آؤ۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ — اے اسرائیل کی اولاد

اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ — یاد کرو میرے احسان جو میں نے تم پر کیے ہیں

وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ — اور میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی تھی۔

کتنی بڑی سلطنت اور کتنا بڑا عروج عطا فرمایا تھا۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا — اور ڈرو اس دن سے جس دن کوئی نفس کسی دوسرے نفس کے کچھ کام نہیں آئے گا

وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ — اور نہ کوئی فدیہ اور بدلہ قبول کیا جائے گا

وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ — اور نہ کوئی سفارش فائدہ دے گی

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ — اور نہ ہی کوئی مدد کو پہنچے گا۔

یہ دس رکوع ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یہود کے جرائم پر تبصرہ فرمایا ہے اور اس میں ہمارے لیے دراصل آئینہ پیش کیا ہے کہ مسلمانو! تم بھی اس میں اپنی تصویر دیکھ لو کہیں تمہاری شکل اور تاریخ ان سے ملتی جلتی تو نہیں ہے۔ ہمیں غور کرنا چاہیے اگر ہمیں کوئی بری بات نظر آئے تو اس سے دور رہنا، اس کو چھوڑنا اور اس سے توبہ کرنا ضروری ہے لازمی نتیجہ ہے۔

یہاں پر سورۃ البقرہ کے 14 رکوع مکمل ہو گئے ہیں۔ پہلے دو رکوع میں تین طرح کے لوگوں کا ذکر ہوا ایک وہ جو ایمان لائے دوسرے وہ جو کافر ہوئے اور تیسرے وہ لوگ جن کے دل میں روگ ہے، جو اسلام پر پورا عمل نہیں کر رہے۔ اس کے بعد تیسرا رکوع وہ تھا کہ جس میں قرآن مجید کی دعوت کا خلاصہ بیان ہوا ہے یعنی جو دو تہائی قرآن مکے میں نازل ہو چکا اس کا ایک خلاصہ ہے ﴿يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ﴾۔ چوتھے رکوع میں قرآن مجید کی حکمت،

فلسفہ اور قرآن مجید کی تعلیمات کے پس پردہ جو انسان کے اندر جذبہ (MOTIVE) ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حقیقتِ انسان جب تک واضح نہ ہو اس وقت انسان کسی بڑے کام کو کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتا۔ جو آج کا دور ہے اس میں بھی، اسی طریقے پر اُس دور میں بھی یہ حقیقت لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی کہ انسان واقعتاً اشرفُ المخلوقات ہے اور انسان صرف حیوان کا نام نہیں ہے بلکہ انسان کا ایک روحانی وجود ہے جس کی وجہ سے انسان اشرف المخلوقات کہلاتا ہے۔ اس حقیقت کو اگر انسان بھول جائے تو پھر انسان احسن تقویم کی سطح پر ہونے کے باوجود وہ اسفل سافلین میں چلا جاتا ہے حیوانوں کی سطح پر چلا جاتا ہے اور وہ اپنی زندگی کے اہداف عام حیوانوں سے بڑھ کر کوئی زیادہ مقرر نہیں کر سکتا، اس کی سوچ بھی کوئی زیادہ ارفع و اعلیٰ مقام حاصل نہیں کر سکتی۔ اس دور میں بھی یہی تھا آج کے دور میں بھی یہی ہے۔ تو اس کی طرف اشارہ کیا گیا قصہ آدم و ابلیس کے حوالے سے کہ یہ جو انسان ہے اللہ نے اس کو دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا ہے، مسجودِ ملائکہ اور اشرف المخلوقات بنایا ہے اس کو دنیا میں بھیجا ہے تو ایک علم وہ ہے جو اللہ نے اس کی سرشت میں ڈال دیا ہے ﴿وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا﴾ یہ جو طبیعیاتی علم ہے یا جو تجرباتی علم ہے جو انسان درجہ بدرجہ حاصل کرتا چلا جا رہا ہے اس میں تو کافر اور مسلمان برابر ہیں اس لیے کہ وہ علم تو بحیثیت آدم انسان کو دیا گیا تھا۔ ایک دوسرا علم ہے جس کے بارے میں فرمایا گیا ہے ﴿فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ﴾ کہ دوسرا علم جو انسان کو راہِ ہدایت دکھاتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے وہ ہے علم وحی، وہ آسمانوں سے آتا ہے وہ نبوت و رسالت کے ذریعے سے ہم تک پہنچتا ہے۔ اللہ نے فرمایا وہ جب کبھی تمہارے پاس پہنچے گا تمہیں چاہیے کہ تم اس کی پیروی کرو جو اس کی پیروی کرے گا وہ کامیاب ہوگا فلاح پائے گا اور جو اس کی خلاف ورزی کرے گا وہ اللہ کی طرف سے سزا کا مستوجب ہوگا اور جہنم کا ایندھن بنے گا۔

اس کے بعد دس رکوع ہیں جن میں یہود سے خطاب ہے ان میں ایک رکوع تمہیدی ہے اور دعوت کا انداز لیے ہوئے ہے کہ اے اہل کتاب وہ نبی آ چکا ہے جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ انجیل میں ایک مثال بیان ہوئی ہے وہ اگرچہ حضرت مسیح علیہ السلام کے بارے ہے لیکن وہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں صحیح راست آتی ہے۔ یہود حضرت مسیح کا انتظار کر رہے تھے۔ ان

کی کتابوں میں درج تھا کہ ایک مسیح آئے گا تمہیں ان پر ایمان لانا ہوگا۔ تومتی کی انجیل میں یہ کہا گیا ہے کہ پہلے تو وہ انتظار کرتے رہے کرتے رہے کرتے رہے لیکن جب حضرت مسیح علیہ السلام تشریف لائے تو ان کا انکار کر دیا۔ اس کی مثال دی گئی ہے کہ جیسے کسی گھر میں کوئی بارات آنی ہو اور اس گھر کے لوگ انتظار کر رہے ہیں جاگ رہے ہیں رات کے دس بج گئے گیارہ بج گئے ابھی بارات نہیں آئی حتیٰ کہ انتظار کرتے کرتے وہ سو گئے جب بارات آئی تو سب سوئے ہوئے تھے، اس کا استقبال نہیں کر سکے۔ یہ مثال دی گئی ہے حضرت مسیح کے بارے میں کہ یہود کو ان کا انتظار تھا اور ان کی آمد پر انہوں نے انکار کر دیا۔ یہ بالکل صحیح راست آتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہود انتظار کر رہے تھے بلکہ مدینے میں آباد ہی ان نشانیوں کی بنیاد پر تھے جو ان کی کتابوں میں لکھا تھا کہ نبی آخر الزمان کھجوروں کی سرزمین میں آئے گا۔ وہ وہاں آباد ہی اسی لیے تھے۔ لیکن ہوا کیا؟ پہلے تو دولہے کا انتظار کرتے رہے بارات آئے گی جب وہ عین موقع پر آیا تو اس کا استقبال نہیں کر سکے، حق ادا نہیں کر سکے، ایمان نہیں لائے۔ تو یہ دس رکوع ہیں جن میں سے پہلے تمہیدی رکوع کے بعد 9 رکوعوں میں یہود کے جرائم اور نافرمانیاں گنوائی گئی ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ اُن کی قوم، اہل کتاب یہود نے جو معاملہ کیا ہے قرآن مجید میں بار بار اس کا تذکرہ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں کہتے تھے تم کیوں مجھے تکلیفیں دیتے ہو کیوں پریشان کرتے ہو ادھر میں تمہیں حکم دیتا ہوں ادھر تم اس کی نافرمانی کرتے ہو۔ نو رکوعوں میں ان کی شرارتوں نافرمانیوں اور ان کے مقابلے میں اللہ کے احسانات کا تذکرہ ہے۔ اور گزشتہ دو آیتوں پر خلاصہ کلام کے ساتھ گفتگو ختم ہوئی ہے کہ اے بنی اسرائیل یاد کرو اللہ کی نعمتوں کو جو ہم نے تم پر کی تھیں اور ہم نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت عطا فرمائی تھی۔ ذرا حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت کا نقشہ ذہن میں لاؤ کہ کیسی عظیم المثال سلطنت ہم نے انہیں دی تھی اور تمام جہانوں پر تمہیں فضیلت دی تھی، دو مرتبہ زمانے میں تمہیں ہم نے عروج عطا فرمایا تھا لیکن تم نے کیا کیا۔ ’’پدرم سلطان بود‘‘ (میرا باپ بڑا بادشاہ تھا) والی بات ہے یعنی تم سمجھتے ہو کہ ہمارا ماضی بہت شاندار رہا ہے۔ اسی کے تم خواب دیکھتے رہتے ہو اور سمجھتے ہو کہ خواب دیکھتے رہنے سے مستقبل بھی اچھا ہو جائے گا حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ اس دن سے ڈرو اور اپنے اعمال کو صحیح کرو جس دن نہ کوئی سفارش ہوگی نہ کوئی بدلہ ہوگا نہ کوئی تمہاری مدد کو پہنچے گا۔

مفہوم یہ ہے کہ اب تم آگے بڑھو، عمل کے میدان میں اترو، حقائق کو Fece کرو آخری نبوت تو آچکی ہے اور وہ تم سے چھین کر بنی اسماعیل کو دی جا چکی ہے تمہاری بہتری اسی میں ہے اب آخری موقع ہے تمہارے لیے کہ تم اب بھی اس کو قبول کرلو محمد ﷺ پر ایمان لے آؤ تو تمہاری عاقبت سنور سکتی ہے اگر ایسا نہیں کرو گے تو پھر تم انتظار کرو اب اللہ کا عذاب تم پر آیا چاہتا ہے۔

آیات 124 تا 129

اس کے بعد آگے جو مضمون شروع ہو رہا ہے یہ پندرھویں رکوع سے لے کر اٹھارھویں رکوع تک تحویل قبلہ کا مضمون ہے (تحویل قبلہ کے معنی ہیں قبلے کو بدل دینا) اور اس مضمون کے آغاز میں اللہ نے تمہید کے طور پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر کیا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام یہود اور نصاریٰ اور مسلمانوں کے جدامجد اور بزرگ ترین شخصیت ہیں۔ دنیا کے یہ تینوں بڑے آسمانی مذاہب ان کی بزرگی پر متفق ہیں۔ تمہید کے طور پر ان سے بات شروع کی ہے کہ یہ تینوں مذاہب وراثت ابراہیمی کے دعوے دار ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ اصل وارث کون ہیں۔ اصل وارث تو وہی ہوسکتا ہے جو ابراہیم علیہ السلام کی تعلیمات کے مطابق زندگی بسر کر رہا ہے، صرف یہ کہہ دینے سے کہ ہماری نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ ہے، کوئی معاملہ طے نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا وہاں سے بات شروع کر کے آگے تحویل قبلہ کا حکم آ گیا ہے۔

تحویل قبلہ کا حکم تو ایک ہی ہے کہ پہلے مسلمان بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھ رہے تھے اب بیت اللہ کی طرف مکے کی طرف منہ کر کے نمازیں پڑھیں گے، لیکن اس وقت اس کے کئی پہلو تھے اور اس میں مختلف لوگوں کی آزمائشیں ہوئی تھیں۔ یہ ایک بہت بڑا واقعہ رونما ہوا تھا جس کا آج عام لوگ تصور نہیں کر سکتے کہ مسجد قبلتین میں نبی اکرم ﷺ ظہر کی نماز ادا فرما رہے تھے اور بیت المقدس کی طرف منہ تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف ہے اور اس نماز کے دوران ہی یہ حکم اترا ہے ﴿فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ﴾ آپ اپنا منہ بیت اللہ کی طرف کر لیجیے۔ بیت اللہ جنوب کی طرف ہے۔ آپ خود سوچیے کہ ظہر کی نماز باجماعت ہو رہی ہے اُسی میں معاملہ ہوا کہ امام اِدھر کھڑا تھا پھر اُدھر ہو گیا صفیں ساری الٹ گئیں ہیں رخ ادھر کر لیا گیا ہے۔ تو اس واقعہ سے اہل ایمان کے اندر بھی اور پھر جب اس کا چرچا ہوا ہے تو اہل کتاب اور کفار کے

اندر بھی یہ زبانِ زدِ عام واقعہ بن گیا کہ سب لوگوں کی زبان پر یہ بات آ گئی کہ یہ کیا ہو گیا؟ پہلے تو مسلمان اِدھر منہ کر کے نماز پڑھتے تھے اب اُدھر منہ کر کے پڑھ رہے ہیں۔ اس کے کئی پہلو تھے جو آہستہ آہستہ کر کے گفتگو میں سامنے آئیں گے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تذکرے سے یہ بات شروع ہو رہی ہے تو ان کے مختصر حالات بھی سامنے ہونا ضروری ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا زمانہ آج سے تقریباً چار یا ساڑھے چار ہزار سال قبل کا زمانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دو بیٹے تھے: ایک حضرت اسماعیل جو بڑے ہیں، دوسرے حضرت اسحاق جو چھوٹے ہیں۔ یہود جو حضرت اسحاق کی اولاد میں سے ہیں، وہ حضرت اسماعیل کو تسلیم ہی نہیں کرتے کہ وہ اوّلاً تو تھے ہی نہیں، اگر تھے بھی تو وہ کہتے ہیں کہ اسحاق سے چھوٹے تھے۔ یعنی ایک بہت بڑی حقیقت کا وہ سرے سے انکار کر رہے ہیں۔ بہر حال ہمارے نزدیک جیسا کہ قرآن کہہ رہا ہے، حضرت اسماعیلؑ بڑے تھے اور حضرت اسحاق چھوٹے تھے۔ حضرت اسماعیل کو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے ان کی والدہ ہاجرہ سمیت بالکل بچپن میں، جب ان کی شیر خوارگی تھی، مکے میں لا کر آباد کر دیا جہاں کوئی کھیتی باڑی نہیں تھی کوئی آبادی نہیں تھی ﴿بِوَادٍ غَيْرِ ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ﴾ اور حضرت اسحاق کو فلسطین میں آباد کیا۔ حضرت اسماعیل اگرچہ بڑے ہیں اور قربانی کا واقعہ بھی انہی کے ساتھ پیش آیا، بیت اللہ کے ساتھ صفا اور مروہ کی پہاڑی پر حضرت ہاجرہ کا دوڑنا ہے اور چاہ زم زم کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے معجزے کے طور پر ظاہر ہونا، یہ سارے واقعات مکے میں ہیں۔ لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں اللہ نے نبوت کا سلسلہ جاری نہیں رکھا۔ حضرت اسماعیل اللہ کے نبی و رسول ہیں ان کے تقریباً ڈھائی ہزار سال بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ یہ بہت طویل وقفہ ہے۔ دوسری طرف حضرت اسحاق علیہ السلام ہیں جن کے بیٹے یعقوب علیہ السلام ہیں (قرآن مجید کے الفاظ اسحاق ہیں انگریزی میں جو اس کی PRONUNCIATION ہے وہ اسحاق کے لیے لفظ ISAAC (آزق) استعمال کرتے ہیں اور یعقوب کو انگریزی میں JACOB (جیکب) کہا جاتا ہے) حضرت یعقوب کا لقب تھا اسرائیل ان کے آگے بارہ بیٹے تھے ان میں سے ایک یوسف ہیں (جن کو انگریزی میں JOSEPH (جوزف) کہا جاتا ہے)۔ حضرت یوسف علیہ السلام مصر گئے پھر وہ مصر کے

بادشاہ بن گئے پھر حضرت یعقوبؑ اوران کی اولاد بھی بعد میں مصر SHIFT ہو گئے۔ وہاں ان کی بادشاہت کا دور رہا۔اس کے بعد جب حکومت تبدیل ہوئی تو جیسے دنیا میں ہوتا ہے کہ ایک حکومت کے جو منظورِ نظر لوگ ہوتے ہیں جب حکومت تبدیل ہوتی ہے تو دوسری حکومت میں وہ جیل میں ہوتے ہیں اسی طریقے پر وہاں بھی ہوا کہ پہلے جو عزیزانِ مصر کی حکومت تھی اس میں یوسف کے بھائی بہت چہیتے تھے حکومت پر تھے جب حکومت تبدیل ہوئی فراعنہ مصر کی آئی تو یہ غلام بنا لیے گئے۔ اسی میں جب طویل عرصہ گزرا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رسول بنا کر بھیجا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ آج سے تقریباً ساڑھے تین ہزار سال پہلے (تقریباً پندرہ سو قبل مسیح) کا زمانہ ہے یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام اُس وقت دنیا میں تھے۔ وہ اپنی قوم کو لے کر فرعون کی غلامی سے مصر سے نکلے، صحرائے سینا سے ہوتے ہوئے اور بالآخر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل فلسطین میں آباد ہوئے۔ ان کی تاریخ کا سارا تعلق فلسطین اور یروشلم کے ساتھ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں چونکہ آگے باتیں آئیں گی اس لیے یہ تذکرہ آیا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک یہ بیت اللہ ہی قبلہ رہا ہے۔ یہ پہلا گھر ہے اللہ کا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاتھوں اس کی دوبارہ تعمیر ہوئی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کی بنیاد ڈالی تھی حضرت ابراہیمؑ نے تو اس کو RENOVATE کیا ہے (دوبارہ اس کی تعمیر کی ہے) تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے تک بنی اسرائیل کا قبلہ بھی یہی تھا اس کے بعد جب حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت آئی تو کچھ ایسے حالات پیدا ہوئے اس کی زیادہ تفاصیل نہ یہود کی کتابوں میں ہے نہ ہمارے ہاں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ایک بہت بڑی عبادت گاہ تعمیر کی تھی اس کو TEMPLE OF SOLOMON (ہیکل سلیمانی) کہتے ہیں انہوں نے اس کو قبلہ بنالیا تھا اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد ان کا وہی قبلہ رہا اور بعد میں اس کو دشمنوں نے گرا دیا اور کھنڈرات میں تبدیل کر دیا اور اب بھی یہود جو اپنے قبلہ کی تعمیر کا منصوبہ رکھتے ہیں وہ اسی ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنے کا منصوبہ ان کے سامنے ہے۔ تو یہ ان کی تاریخ کا مختصر سا جائزہ ہے جو ان آیات کو پڑھتے ہوئے سامنے رہے گا تو بات واضح ہو جائے گی۔

وَاِذِ ابْتَلٰٓى اِبْرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ

اور یاد کرو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ نے

کئی باتوں میں آزمایا۔

مختلف طریقوں سے آزمایا، مختلف آزمائشوں میں ڈالا

فَاَتَمَّهُنَّ توانہوں نے سب امتحان پورے کر دیے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام ہر آزمائش میں بہت اعلیٰ درجے پر کامیاب ہوئے۔

قَالَ اِنِّیْ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا اللہ نے فرمایا میں تم کو امامُ الناس بناتا ہوں

اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے ابراہیم! آپ ہر آزمائش میں پورے طریقے پر کامیاب ہو گئے ہیں یعنی جس پہلو پر میں آزمانا چاہتا تھا آپ اس پر پورے اترے ہیں تو اب میں تمہیں دنیا کا امام بناتا ہوں، دنیا کا ایک رہنما۔ یہ جو آج بھی جو صورت حال ہے کہ یہود اور نصاریٰ اور مسلمان، تینوں کے وہ جد امجد ہیں، تینوں کے نزدیک وہ محترم ہیں تو وہ تمام بنی نوعِ انسان کے امام ہیں۔ ایک درجے میں سب کے لیے مثالی انسان ہیں کہ اللہ نے انہیں امام بنا دیا آگے چلنے والا بنا دیا پیشوا بنا دیا۔ یہاں پر لفظ امام سے ایک گروہ نے اور معنی میں لیا ہے اُس گروہ نے ختم نبوت کے بعد امامت کو نبوت ہی کے درجے میں جاری رکھنے کے لیے اور در پردہ ختم نبوت کا انکار کرنے کے لیے پورا فلسفہ بنا لیا۔ اس کی تفصیل کا موقع نہیں ہے لیکن اس لفظ امام کو ہی انہوں نے ایک فلسفہ بنا کر اور ایک پوری اصطلاح اور INSTITUTION بنا کر اس سے امامت کے فلسفہ کی عمارت کھڑی کر دی اور اس سے امامت کو ختم نبوت کے بعد بھی جاری رکھا۔

قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِیْ حضرت ابراہیم نے عرض کی کہ میری اولاد میں سے بھی؟

یعنی اے اللہ آپ نے مجھے تو امام بنا دیا گویا کہ آپ کی بڑی مہربانی ہے لیکن میری اولاد کے بارے میں آپ کا کیا حکم ہے۔

قَالَ لَا یَنَالُ عَهْدِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۲۴﴾ اللہ نے فرمایا جو ظالم ہیں ان سے میرا کوئی وعدہ نہیں۔

یعنی آپ کی اولاد میں جو اچھے ہوں گے ان کے ساتھ تو اچھا ہی وعدہ ہے لیکن جو ان میں ظالم، نافرمان، نانہجار ہوں گے ان کے ساتھ میرا کوئی وعدہ نہیں ہے، نیک سلوک کی کوئی گارنٹی نہیں ہے۔ ہاں جو اچھے ہیں ان کے ساتھ اچھا سلوک ہوگا۔ اصولی طور پر پہلے سے کوئی گارنٹی نہیں

دی جاسکتی کہ جو بھی حضرت ابراہیم کی اولادمیں ہوں گے وہ سب اچھے ہوں گے۔

﴿وَ اِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَیۡتَ مَثَابَۃً لِّلنَّاسِ وَ اَمۡنًا﴾ اور جب ہم نے مقرر کیا اس گھر کو (بیت اللہ) کو لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ اور امن کی جگہ۔

یعنی اللہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اب یہ لوگوں کی اجتماع گاہ ہے، اہل ایمان سال بہ سال یہاں جمع ہوں گے۔ سورۃ الحج میں اس کا تذکرہ ہے کہ حضرت ابراہیم کو اللہ نے حکم دیا ﴿وَاَذِّنۡ فِی النَّاسِ بِالۡحَجِّ﴾ اے ابراہیم! تم لوگوں میں حج کی صدا لگاؤ۔ اُس وقت کوئی سامنے نہیں تھا، وہاں کوئی آبادی نہیں تھی لیکن حضرت ابراہیم کو حکم ہوا تو انہوں نے صدا لگائی۔ اللہ نے فرمایا کہ آپ صدا لگادیں تو دنیا سے لوگ اپنی اونٹنیوں پر اور طرح طرح کی سواریوں پر آ کر یہاں جمع ہوتے رہیں گے۔ آج کے دور میں آپ دیکھ لیجیے اسی صدا کا نتیجہ ہے کہ حج کے موقع پر وہاں 30-35 لاکھ مسلمانوں کا اجتماع ہوتا ہے تو اللہ نے اس کو لوگوں کے لیے اجتماع کی جگہ اور امن کی جگہ بنایا۔ خاص طور پر اللہ نے اس کو امن کی جگہ بنایا اور اللہ نے اس کے لیے جو بھی تدبیر کی عملاً ہم آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں بھی یہی حال تھا اور بعد کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ جو مہینے حج کے لیے مقرر کردیے گئے ہیں ان میں اگر کسی کو حج کے موقع پر باپ کا قاتل بھی مل جاتا تو وہ اس سے کوئی تعرض اور کوئی چھیڑ خانی نہیں کرتا تھا بلکہ حج کے محترم مہینے سمجھ کر اس کا بھی احترام کرتا تھا بعد میں جو کچھ ہوتو ہو لیکن وہاں اس کو امن کی جگہ بنایا۔ تو یہ دراصل اللہ نے اس کو امن کی جگہ بنایا ہے اور عالم اسباب میں اس کے لیے جو بھی تدابیر ہوئیں ہیں وہ اسی کا نتیجہ ہے۔

﴿وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّی﴾ اور (اللہ نے یہ بھی حکم دیا تھا کہ) ابراہیمؑ کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ۔

روایت یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اللہ کا گھر بنارہے تھے تو ایک پتھر تھا جس پر کھڑے ہو کر وہ عمارت اور اس کی دیواریں بنارہے تھے (جیسے آج کل بھی بہت سارا گوہ کا یا فولڈنگ کا سامان ہوتا ہے جس کے ذریعے سے دیواریں بنتی ہیں۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل، باپ بھی نبی بیٹا بھی نبی، ایک مستری کا کام کررہا ہے اور ایک مزدور کا کام کررہا ہے پتھر لارہے ہیں گارا لا رہے ہیں) تو وہ پتھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسے جیسے دیواریں اونچی ہو رہی تھیں

ضرورت کے مطابق خود بخود اٹھتا چلا جارہا تھا۔ وہ پتھر یعنی مقام ابراہیم ایک محترم جگہ ہوگئی۔ اب اللہ نے بھی یہ حکم دیا کہ اس مقام کو نماز کی جگہ بناؤ۔ وہاں نماز پڑھنا اس کی قبولیت کی ایک نشانی ہے اللہ کے نزدیک بھی وہ محترم جگہ ہے۔

وَ عَهِدۡنَاۤ اِلٰۤی اِبۡرٰهٖمَ وَ اِسۡمٰعِیۡلَ اور ہم نے حکم دیا تھا ابراہیم کو اور (ان کے بیٹے) اسماعیل کو

اَنۡ طَهِّرَا بَیۡتِیَ لِلطَّآئِفِیۡنَ وَالۡعٰکِفِیۡنَ وَالرُّکَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾ کہ تم دونوں میرے اس گھر (بیت اللہ، مسجد حرام) کو پاک صاف رکھو طواف کرنے والوں اور اعتکاف کرنے والوں اور رکوع اور سجود یعنی عبادت کرنے والوں کے لیے۔

یعنی اس گھر کی MAINTENANCE کی ذمہ داری اور اس کو پاک صاف رکھنا ہے، اس میں پانی کا اور حج پر آنے والوں کی دوسری ضروریات کا انتظام وہ بنیادی طور پر حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اور ان کے خاندان کی ذمہ داری ہے۔ یہ مسجدیں بھی معنوی طور پر بیت اللہ کی بیٹیاں ہیں، اسی سے نسبت رکھتی ہیں تو اللہ کے گھروں کو MAINTAIN کرنا، ان کو صاف ستھرا رکھنا، ان میں جو لوگ بھی عبادت کے لیے آئیں ان کے لیے سہولیات کو PROVIDE کرتے رہنا یہ کوئی گھٹیا درجے کا کام نہیں ہے، یہ تو انبیاء کی وراثت ہے یہ تو اعلیٰ درجے کا کام ہے اس کو تو خوشی سے کرنا چاہیے بلکہ لوگوں سے آگے بڑھ کر، مسابقت کے درجے میں کرنا چاہیے۔

وَ اِذۡ قَالَ اِبۡرٰهٖمُ اور جب کہا ابراہیم نے

جب اللہ نے اس کعبہ کو محترم اور لوگوں کے جمع ہونے کی جگہ قرار دے دیا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جیسے کچھ خیالات آئے سوچ ہوئی کہ اب لوگ یہاں آئیں گے رہیں گے تو کھائیں گے کیا، پئیں گے کیا، یہاں تو انتظامات نہیں ہیں تو انہوں نے اللہ سے کچھ دعائیں کیں۔ پہلی دعا تو یہ کی

رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا اے میرے رب اس کو امن والی جگہ بنا۔

یہاں جنگیں نہ ہوں بدامنی نہ ہو تا کہ تیرے گھر کی زیارت کے لیے لوگ سکون کے ساتھ آسکیں۔ دوسری دعا یہ کی کہ

وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ اس کے پاس رہنے والوں کو رزق عطا فرما پھلوں میں سے

یہاں تو کچھ پیدا ہوتا نہیں ہے اور نہ کوئی آثار ہیں کہ نہ وہاں کوئی دریا بہتا ہے نہ کوئی زرخیز زمین ہے کہ یہاں کل کو زراعت کا سلسلہ چل جائے گا کچھ بھی نہیں لہٰذا اے اللہ! تو اس گھر کے پاس رہنے والوں کے لیے اور یہاں آنے والوں کے لیے رزق کا بندوبست فرما پھلوں میں سے

مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ وَ الۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ جو بھی ان میں سے ایمان رکھے اللہ پر اور آخرت پر۔

یعنی جو بھی اللہ پر یقین رکھتے ہوئے آخرت پر یقین رکھتے ہوئے اس گھر کی نیت کر کے یہاں آئے گا، یہاں آباد ہوگا یا یا حج وعمرہ کے لیے آئے گا اے اللہ ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست تو آپ ہی کر سکتے ہیں، ہمارے بس میں تو نہیں۔

قَالَ وَ مَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا اللہ نے فرمایا ہاں (میں ان ایمان والوں کو بھی رزق دوں گا) اور جو کفر کریں گے ان کو بھی تھوڑا سا نفع پہنچاؤں گا۔

حضرت ابراہیم نے تو ان کو اس میں سے EXCLUDE (خارج) کر دیا تھا اس لیے کہ اوپر ذکر آیا ہے کہ جب حضرت ابراہیم نے اللہ سے عرض کی کہ میری اولاد کے بارے میں امامت کا کیا ہوگا تو اللہ نے فرمایا جو ظالم ہوں گے ان کے لیے میرا کوئی وعدہ نہیں ہے۔تو حضرت ابراہیم نے جب دوبارہ دعا کی تو 'عقلمند را اشارہ کافی' کے مصداق، انہوں نے اگلی دعا میں اپنی اولاد میں سے صرف ان کا ذکر کیا جو ایمان لائے، نافرمانوں کو پہلے سے نکال دیا لیکن اللہ نے جواب میں ہدایت کی تو فرمایا: جو اچھے لوگ ہوں گے ان کو تو میں رزق دوں گا ہی دوں گا اس لیے کہ وہ تو میرے مہمان ہیں میرے گھر کی زیارت کے لیے آئیں گے لیکن جو کفر کریں گے نافرمان ہوں گے ان کو بھی دنیا کی زندگی میں کچھ دوں گا یعنی مکے میں اگر کوئی کافر بھی آباد ہو جائے گا تو اس کو بھی میں رزق دوں گا اس کا رزق بند نہیں کروں گا۔

ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ وَ بِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾ پھر اس کو جبراً لے جاؤں گا دوزخ کے عذاب کی طرف اور وہ دوزخ بہت بری جگہ ہے۔

یہاں رہ کر کفر کرنا بہت بڑی جسارت ہے لہٰذا دنیا میں تو اس کا رزق بند نہیں کروں گا

لیکن آخرت میں ان کے لیے عذاب تیار ہے۔

وَ اِذْ يَرْفَعُ اِبْرٰهِيْمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَيْتِ وَ اِسْمٰعِيْلُ اور یاد کرو جب اٹھا رہے تھے ابراہیم خانہ کعبہ کی بنیادیں اور اسماعیل بھی ان کے ساتھ تھے

یہاں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ بنیادیں پہلے سے موجود تھیں وہ اس کو دوبارہ اٹھا رہے تھے کوئی خاص درجے میں بنیاد کے چند پتھر رکھے ہوئے تھے یا کوئی داغ بیل ڈلی ہوئی تھی اس کے اوپر وہ اس کی تعمیر کر رہے تھے۔ خانہ کعبہ کی تاریخ بھی یہی بتاتی ہے کہ اصل گھر تو حضرت آدمؑ کے دور میں ان کے ہاتھوں سے ہی تعمیر ہوا تھا، یہ اللہ کا پہلا گھر ہے اس لیے کہ قرآن مجید بھی دوسرے مقام پر کہہ رہا ہے اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاس لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ (آل عمران:96)

دنیا کے بت کدوں میں پہلا وہ گھر خدا کا

ہم اس کے پاسباں ہیں وہ پاسباں ہمارا

دنیا میں پہلا گھر جو اللہ کی عبادت کے لیے تعمیر ہوا ہے وہ اسی جگہ پر تھا جو حالات زمانہ کے ساتھ ویران ہوگیا، وہاں آبادی نہیں تھی، تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو دوبارہ تعمیر کیا ہے۔ حضرت ابراہیم اللہ کے گھر کے معمارِ ثانی ہیں۔ اس آیت سے بھی اس کا یہی مفہوم نکل رہا ہے۔ اور یاد کرو جب ابراہیم اور اسماعیل اللہ کے گھر کی بنیادوں کو اٹھا رہے تھے اوپر لے جا رہے تھے اور وہ دعا مانگ رہے تھے۔ کتنا اچھا موقع ہے، ایک تو دونوں (باپ اور بیٹا) اللہ کے نبی ہیں اور دوسرا وہ اللہ کے گھر کی تعمیر کر رہے ہیں، اتنا اچھا مستحسن کام کر رہے ہیں اور تیسرا خالصتاً للہ کر رہے ہیں، وہ کوئی مزدور پیشہ نہیں ہیں کہ اجرت پر کام کر رہے ہوں اور اس وقت وہ جو دعا کر رہے ہیں دعا بھی ایسی کہ کوئی اپنے دنیاوی مفاد کے لیے نہیں کر رہے وہ بھی خالص اللہ کے لیے، آخرت کے لیے، دنیا کی رہنمائی کے لیے کر رہے ہیں ''اجابت از درِ حق بہر استقبال می آید'' کے مصداق ایسی دعا کے لیے قبولیت تو آسمان سے استقبال کے لیے آیا کرتی ہے۔ وہ دعا کیا تھی؟

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اے ہمارے رب! تو ہم سے یہ (حقیر سی کوشش، تیرے گھر کی یہ خدمت) قبول فرما

اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۲۷﴾ بے شک آپ سننے والے ہیں جاننے والے ہیں۔

رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ اوراے ہمارے پروردگار! ہم دونوں کو بنادے اپنا فرمانبردار

یعنی باپ اور بیٹا دونوں دعا کررہے ہیں۔ تثنیہ کا صیغہ ہے۔ اے اللہ ہم دونوں کو اپنا مسلمان بنائے رکھ فرمانبردار بنائے رکھ، آخری دم تک آپ کے فرمانبردار رہیں آپ کے حکم بردار رہیں آپ کا کہنا مانتے رہیں

وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ اور ہم دونوں کی اولاد سے ایک ایسی امت اٹھائیو جو آپ کی فرمانبردار ہو۔

اب آپ خود اندازہ لگا لیجیے کہ اگر صرف حضرت ابراہیم کی اولاد کا ذکر ہوتا تو شاید اس میں بنی اسرائیل آجاتے لیکن حضرت ابراہیم اور اسماعیل دونوں کی مشترک اولاد تو بنی اسماعیل ہی ہیں جو مکے میں آباد تھے اور ان میں محمد رسول اللہ ﷺ ہیں نبی اکرم ﷺ پر اکثریت جو ایمان لانے والوں کی ہے وہ بنی اسماعیل ہی کی ہے مکے اور مدینے کے لوگ ہیں تو وہ دعا یہ کررہے تھے کہ اے پروردگار ہم دونوں کی اولاد میں ایک ایسی اُمت اُٹھائیو جو آپ کی فرمانبردار ہو

وَ اَرِنَا مَنَاسِكَنَا اور ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا،

حج کرنے کے طریقے سکھا جو تیرا گھر ہم تعمیر کررہے ہیں یہ عبادت ہم نے کس طرح ادا کرنی ہے اس کے طریقے ہمیں سکھا

وَ تُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿١٢٨﴾ اور ہماری طرف توجہ فرما، ہماری توبہ قبول فرما، بے شک تو بہت توبہ قبول کرنے والا ہے رحم کرنے والا ہے

توبہ کا لفظ اللہ کے لیے بھی آتا ہے اور بندے کے لیے بھی آتا ہے۔ بندہ بھی توبہ کرتا ہے اور اللہ بھی توبہ کرتا ہے۔ مثال کے طور پر سمجھانے کے لیے بات اس طرح کی جاسکتی ہے کہ جب بندہ کے رُخ اللہ کی طرف ہوتا ہے یعنی وہ اللہ کے احکام کے مطابق چل رہا ہوتا ہے تو اللہ کا رُخ بندے کی طرف ہوتا ہے، آمنے سامنے ہوتا ہے۔ جب بندہ کوئی غلطی کرتا ہے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے تو ایسے ہی ہے کہ بندہ اپنا رخ اللہ سے پھیر لیتا ہے تو اللہ بھی اپنا رخ یعنی اپنی نظر کرم نظر عنایت نظر الطاف پھیر لیتا ہے۔ .... جیسے حضرت ابراہیم کی زبان سے یہ کلمات ادا ہوئے ہیں اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ یعنی میں اپنا چہرہ اللہ کی

طرف کر رہا ہوں۔ تو جب بندہ توبہ کرتا ہے تو وہ اپنا چہرہ اللہ کی طرف کر رہا ہے تو اللہ بھی توبہ کر لیتا ہے یعنی اللہ بھی اپنی نظر کرم نظر عنایت دوبارہ بندے کے اوپر کر دیتا ہے۔ تو یہ توبہ کا لفظ اللہ کے لیے بھی آتا ہے اور بندہ کے لیے بھی۔ اور قرآن مجید میں بندے کے لیے بھی لفظ تَـوَّاب آیا ہے ﴿اِنَّ اللّٰـهَ يُـحِبُّ التَّوَّابِيۡنَ﴾ کہ بہت زیادہ توبہ کرنے والوں کو اللہ پسند کرتا ہے۔ اور اللہ بھی **توّاب** ہے جیسے یہاں آرہا ہے ﴿اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ الرَّحِيۡمُ﴾۔ یہ لفظ **فَعّال** کے وزن پر ہے کہ اے اللہ! تو بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا ہے اور رحیم ہے مہربان ہے۔

دراصل اللہ کے تَـوَّاب ہونے میں جو تصور ہے وہ دنیا کے عام انسانی ذہن کے معیارات سے بہت بلند ہے۔ ہمارے عام ذہن کے مطابق تصور یہ ہے کہ ہم سے آدمی ایک سے دوسری دفعہ چیز مانگ لے تو اس کا نتیجہ تو بہت برا نکلتا ہے کوئی فقیر آپ کے گھر پر دستک دے دے یا دکان پر کوئی مانگنے والا آجائے ایک دفعہ مانگنے والا آیا آپ نے چلو حاتم طائی کی قبر پر لات ماری آٹھ آنے ایک روپیہ نکال کر دے دیا اگر پندرہ بیس منٹ بعد وہ فقیر دوبارہ آجائے تو آپ اس پر غصہ کریں گے کوئی بہت دیندار آدمی ہوگا تو غض بصر کر لے گا پھر بھی ہمت کر کے آپ اس کو دوبارہ دے دیں لیکن ساتھ آپ کی نظریں ہوں گی کہ دوبارہ ادھر نہیں آنا اور تیسری مرتبہ اگر آجائے تو پھر وہ بچ کے نہیں جاسکتا۔ اللہ کے بارے میں یہاں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ تَـوَّاب ہے بار بار توبہ قبول کرنے والا ہے ''صد بار توبہ شکستی باز آ'' سو بار بھی توبہ کر کے اگر تم توڑ چکے ہو تو اللہ کی ہی درگاہ ہے وہیں آنا ہے اللہ نہیں دھتکارے گا یہ نہیں کہے گا کہ تم اتنی مرتبہ توبہ توڑ چکے ہو اب کس منہ سے آئے ہو بلکہ اللہ تعالیٰ دوبارہ جیسے ہوتا ہے استقبال کرنے کو ویلکم کرنے کو تیار ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں کہ بندے کی توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ کو بہت زیادہ خوشی ہوتی ہے۔

ابھی حضرت ابراہیم اور اسماعیل کی دعا جاری ہے۔ ایک اور دعا جو اگلے درجے میں ہے کہ اے ہمارے رب! ہم نے جو درخواست کی ہے کہ ہماری اولاد میں ایک ایسی اُمت اٹھانا جو تیری فرمانبردار ہو اور

رَبَّنَا وَ ابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ اے رب اس امت میں سے ایک رسول بھی مبعوث فرمانا جو انہیں میں سے ہو

رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ انہی میں سے یعنی ہم دونوں کی اولاد میں سے ہو۔ وہ رسول کیا کرے يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ وہ اس اُمت کو تیری آیتیں پڑھ کر سنائے اور ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے (ان کو پاک کرے)۔ حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل اللہ سے جو یہ دعا کر رہے ہیں اس میں یہ چار الفاظ ہیں: تلاوتِ آیات، تعلیمِ کتاب، تعلیمِ حکمت اور تزکیہ۔ آگے اٹھارھویں رکوع میں اس دعا کی قبولیت کا ذکر بھی آ گیا۔ اگر قبولیت میں تاخیر ہو جائے تو جیسے ہم پریشان ہو جاتے ہیں کہ اللہ سے دعا مانگی ہے اور قبول نہیں ہو رہی ایک دفعہ مانگی دو دفعہ مانگی ہفتہ پندرہ دن انتظار کیا اور آدمی مایوس ہو جاتا ہے پتہ نہیں کیا وجہ ہے کہ میری دعا کو اللہ تعالیٰ سن نہیں رہا ہے۔ حضرت ابراہیم اور اسماعیل کی یہ دعا اڑھائی ہزار سال کے بعد قبول ہوئی۔ محمد رسول اللہ ﷺ اس دعا کے اڑھائی ہزار سال کے بعد دنیا میں تشریف لائے۔ تو ضروری نہیں ہے کہ فوراً ہتھیلی پر سرسوں جم جائے فوراً ہی دعا قبول ہو جائے اس کا نتیجہ نکل آئے بلکہ اللہ اپنے بندوں کی دعا قبول فرماتا ہے لیکن اس عالم اسباب میں ہر چیز اسباب کے پردے میں ہو کر آتی ہے اڑھائی ہزار سال کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ اس دعا کا مصداق بن کر آئے ہیں جسے مولانا حالی نے کہا ہے کہ

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیلؑ اور نویدِ مسیحا

کہ دعائے خلیل کا مصداق بن کر اور حضرت مسیح علیہ السلام کی بشارتوں کا مصداق بن کر اُترے ہیں۔

اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ بے شک تو زبردست ہے حکمتوں والا ہے۔

ہم تو اے اللہ دعا ہی کر سکتے ہیں التجا کر سکتے ہیں باقی قبول کرنا اس کو شرف قبولیت بخشنا اے اللہ تیرا ہی کام ہے۔

یہ دَور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے
صنم کدہ ہے جہاں، لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ

دورِ فتن اور دجّالیت کے پس منظر میں

مطالعۂ سورۃ الکہف

6

محمد نعمان اصغر
فیصل آباد

اَفَحَسِبَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡۤا اَنۡ یَّتَّخِذُوۡا عِبَادِیۡ مِنۡ دُوۡنِیۡۤ اَوۡلِیَآءَ ؕ اِنَّاۤ اَعۡتَدۡنَا جَہَنَّمَ لِلۡکٰفِرِیۡنَ نُزُلًا ﴿۱۰۲﴾

''تو کیا یہ لوگ جنہوں نے کفر کیا ہے، یہ خیال کرتے ہیں کہ مجھے چھوڑ کر میرے بندوں کو اپنا کارساز بنالیں۔ہم نے ایسے کافروں کی ضیافت کے لئے جہنم تیار کر رکھی ہے''۔

یہ پوری سورت کا خاتمہ کلام ہے۔نبی اکرم ﷺ کفار کو شرک چھوڑ کر توحید اختیار کرنے اور دنیا پرستی ترک کر کے آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں۔لیکن قوم کے بڑے لوگوں نے اپنی دولت اور شان و شوکت کے دھوکے میں دعوت ایمان کو ردّ کر دیا۔انہوں نے توحید قبول کرنے والوں اور ہدایت پر آنے والوں کی تحقیر و تذلیل کی اور انہیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔لہٰذا ان کو خبردار کیا جا رہا ہے۔ان سے مراد اوّلاً تو کفار یعنی یہود، نصاریٰ اور مشرکین ہیں پھر ان کے بعد عموم ہے کہ جن میں یہ صفات ہوں گی۔اللہ تعالیٰ نے شکوہ فرمایا ہے کہ میرے مقابلے میں میرے ہی خاص بندوں عیسیٰؑ، عزیرؑ، روح القدس اور فرشتوں کو اپنا معبود بنا لیا ہے۔اتنی بڑی حماقت اور دیدہ دلیری کہ میرے بندوں کو میرے ہی مقابل لے آئے کہ یہ لوگ ان کی مدد کریں گے۔یہ ہستیاں تو خود ان کی عبادت سے بیزاری کا اعلان کر دیں گی۔ان لوگوں کو اس دھوکے میں

نہیں رہنا چاہیے کہ یہ فکر وعمل کی جتنی مرضی گندگیوں میں مبتلا ہو جائیں کوئی ان سے پوچھنے والا نہیں ہے۔اسی غلط سوچ نے انہیں بھٹکا دیا اور تباہی سے دوچار کر دیا۔اتنی بڑی بغاوت پر ان کے لئے جہنم تیار کی گئی ہے۔وہاں طرح طرح کے عذابوں سے ان کی مہمان نوازی ہوگی جو ان کے شایان شان ہوگی۔بس مہمانوں کے پہنچنے کی دیر ہے ان کے لئے تمام انتظامات مکمل ہیں۔

☆ جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی کو شامل کرنا شرک ہے اسی طرح کسی فرد یا ادارے کو اللہ تعالیٰ جیسا با اختیار سمجھنا بھی شرک ہے۔قانون سازی اور حرمت وحلت کا اختیار صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔آج پوری دنیا میں یہ اختیار انسانوں کے بنائے ہوئے اداروں کو دے دیا گیا ہے۔انسانی حاکمیت کا تصور بدترین اور عالمگیر شرک ہے۔انسانوں کا بنایا ہوا قانون اور نظام انسانی سطح پر ظالمانہ اور اللہ کی نگاہ میں باغیانہ ہے۔یہ بغاوت اس وقت پوری دنیا میں پھیل چکی ہے جس نے عملی توحید کے تصور کو مجروح کر کے رکھ دیا ہے۔

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ اَعْمَالًا ﴿۱۰۳﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ هُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿۱۰۴﴾

"اے محمد ﷺ ان سے کہو، کیا ہم تمہیں بتائیں کہ اپنے اعمال میں سب سے زیادہ ناکام و نامراد لوگ کون ہیں؟ وہ کہ دنیا کی زندگی میں جن کی ساری سعی و جہد راہ راست سے بھٹکی رہی اور وہ سمجھتے رہے کہ وہ سب کچھ ٹھیک کر رہے ہیں"۔

قیامت کے دن سب سے زیادہ خسارہ کن لوگوں کا مقدر ہوگا؟ مفسرین کے مطابق اس سے مراد تین طرح کے لوگ ہیں:

(1) یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے کفر کے سبب ان کے سب نیک اعمال ضائع ہو گئے۔نیک اعمال کی قبولیت کے لئے ایمان ضروری ہے جس سے یہ محروم ہیں لہٰذا سب ضائع ہوا۔

(2) جو کافر خلوص سے کفر پر ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں کیونکہ خلوص کے ساتھ سیدھے راستے پر ہونا بھی ضروری ہے۔ہدایت کے بغیر خلوص کا نتیجہ گمراہی ہوتا ہے۔

(3) وہ لوگ جنہوں نے دنیا کی خوشحالی اور ترقی کو ہی اپنا ہدف سمجھا۔ان کی ساری کوشش اور محنت اسی دنیا کی بہتری کے لئے ہوئی اور کبھی آخرت کا خیال ہی نہ آیا۔وہ اس مادی کامیابی کو ہی

ترقی کی معراج سمجھتے رہے۔ زبان سے تو آخرت کو مانتے رہے لیکن اصل رخ دنیا کی طرف تھا چنانچہ ساری محنت اس کے لئے کی۔ پھر دنیا کی ترقی پر بڑے مطمئن بھی ہوئے کہ آگے بڑھ رہے ہیں۔ان کی پراپرٹی اور بینک بیلنس بڑھ رہا ہے۔ یا وہ لوگ جن کا اصل رخ تو دنیا کی طرف تھا لیکن اپنے دل کی تسلی کے لئے نیک کام بھی کرتے رہے۔

☆ یہ فکر وشعور کے تاروں پر آخری ضرب لگانے کا انداز ہے۔گزشتہ تمام باتوں کو جمع کرکے آخری تبصرہ ہورہا ہے۔جس شخص کی زندگی میں دنیا کی حرص بڑھ رہی ہواور وہ اللہ سے دور ہورہا ہوتو وہ ناکام ونامراد ہے کیوں کہ وہ زندگی غلط راستے پر کھپا رہا ہے۔حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ’’قیامت قریب آ گئی،لوگ دنیا کی حرص میں زیادہ ہوں گےاور اللہ تعالیٰ سے دور ہوں گے‘‘۔(السلسلة الصحيحة) ۔دنیااس وقت حرص وہوس کی عملی تصویر بنی ہوئی ہے جہاں قناعت اورصبر وشکر جیسی صفات ناپید ہوتی جارہی ہیں۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذَٰلِكَ جَزَاؤُهُمْ جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوا وَاتَّخَذُوا آيَاتِي وَرُسُلِي هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

’’یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی آیات کو ماننے سے انکار کیااور اس کے حضور پیشی کا یقین نہ کیا۔اس لئے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے ۔قیامت کے روز ہم انہیں کوئی وزن نہ دیں گے۔ان کی جزا جہنم ہےاس کفر کے بدلے جو انہوں نے کیا اوراس مذاق کی پاداش میں جو وہ میری آیات اور میرے رسولوں کے ساتھ کرتے رہے‘‘۔

آیات سے مراد توحید کے جو دلائل کائنات میں پھیلے ہوئے ہیں اور جو آیات اللہ نے اپنی کتابوں میں نازل کیں اور انبیاء کے ذریعے لوگوں تک پہنچائیں۔ رب کی آیات کا انکار آخرت کے انکار کا ذریعہ بنااور انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حضور پیشی سے بھی انکار کر دیا۔اللہ تعالیٰ کی آیات اوراس سے ملاقات کا انکار کرنے کی وجہ سے ان کے سارے اعمال ضائع ہو گئے۔کفار کے نیک اعمال کا آخرت میں کوئی بدلہ نہیں ہےاس لئے تولنے کی ضرورت ہی نہیں۔بے پناہ مال و

دولت اور شان وشوکت رکھنے والے لوگوں کی وقعت اس دن بال کے وزن جیسی بھی نہیں ہوگی۔ یہ زبان سے اقرار اور عمل سے انکار کا نتیجہ ہے۔ اگر بھلائی کے کچھ کام کئے بھی ہوں گے تو ان کا کوئی وزن نہیں ہوگا کیونکہ یہ ایمان سے خالی ہوں گے۔ اس بھیانک انجام کی وجہ دنیا میں گم ہو جانا ہے جس کی وجہ سے آخرت نگاہوں کے سامنے موجود نہ رہی۔ ان کی زندگی کی محنت کا انجام جہنم کی صورت میں سامنے آئے گا کیوں کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیات اور اس کے رسولوں کا مذاق اڑایا۔ زبان سے ایمان کا دعویٰ کیا لیکن عمل اس کے بالکل الٹ تھا جو کہ مذاق ہی شمار ہوگا۔

☆ آج دنیا پرستی کو عقل مندی اور دین پرستی کو نادانی سمجھا جاتا ہے۔ دین دار طبقے اور شعائر دینی کا مذاق اڑایا جاتا ہے۔ یہ سوچ اور طرزِ عمل افراد سے لے کر حکمرانوں تک کا ہے۔ یہ چاہے قولی ہو یا عملی اس کا انجام بہت برا ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان کے مطابق وہ شخص عقلمند ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرے اور موت کے بعد کے لئے عمل کرے۔ اور نادان وہ شخص ہے جو اپنے نفس کو خواہش کے تابع رکھے اور اللہ پر امید باندھ لے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، حدیث ضعیف)

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾

”البتہ وہ لوگ جو ایمان لائے اور جنہوں نے نیک عمل کئے ان کی میزبانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور کبھی اس جگہ سے نکل کر کہیں جانے کو ان کا جی نہ چاہے گا“۔

(1)۔ ایمان اور عمل صالح کا انعام جنت الفردوس ہے۔ عمل صالح وہ عمل ہے جو اللہ تعالیٰ کی رضا اور نبی اکرم ﷺ کی سنت کے مطابق ہو۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے بغیر عمل ریا کاری اور نبی ﷺ کی سنت کے بغیر بدعت بن جاتا ہے۔ ایک حدیث مبارکہ کے مطابق جب تم اللہ تعالیٰ سے مانگو تو جنت الفردوس مانگا کرو۔ دوسری حدیث کے مطابق جہاد فی سبیل اللہ انسان کو جنت میں کئی درجے تک بلند کر دے گا۔ گویا اعمال صالحہ میں جہاد فی سبیل اللہ یعنی اللہ کے دین کے غلبہ کے لئے جدوجہد سے بڑھ کر کوئی بھی نیک عمل نہیں ہے۔

(2)۔ انسان تغیر پسند ہے ایک ہی جگہ اور حالت میں رہتے ہوئے وہ تنگ آ جاتا ہے۔ اس

خواہش کے تحت بری سے بری جگہ پر بھی انسان کا دل کچھ دیر کے لئے بہل جاتا ہے جبکہ اچھی سے اچھی جگہ پر بھی مستقل رہنے سے اکتاہٹ ہو جاتی ہے۔ دنیا میں یہ تبدیلی پسند ہے لیکن جنت میں جذبات بدل دیئے جائیں گے۔ وہاں کسی قسم کی اکتاہٹ اور بوریت نہیں ہوگی۔ دل کسی چیز سے اچاٹ نہیں ہوگا۔ جنت میں اہل ایمان کے مدارج بھی بلند ہوتے رہیں گے اور ان کی خواہش کے مطابق نعمتیں بھی بدلتی رہیں گی۔ اس وجہ سے وہ اسے چھوڑ کر کہیں اور جانا پسند نہیں کریں گے۔

☆ اللہ تعالیٰ نے انسان کی جبلت میں تغیر پسندی رکھی ہے۔ یہ تغیر پسندی اسے مادی و روحانی ترقی کا سبق دیتی ہے تا کہ انسان ایک ہی مقام و مرتبے پر قانع نہ ہو۔ وہ روحانی ترقی کے مطلوبہ معیار تک پہنچے۔ دنیا کی عارضی نعمتوں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے انسان کو جنت کی ابدی نعمتوں کی فکر کرنی چاہیے اور اس خواہش کو اپنی دعاؤں کا حصہ بنانا چاہیے تا کہ دنیاوی نعمتوں کی طرف رجحان کم ہو سکے۔ وگرنہ دنیا کی بہترین نعمتوں کو بھی ایک نہ ایک دن چھوڑنا پڑے گا۔ تو کیوں نہ ابدی اور حقیقی شے کے لئے محنت کی جائے۔

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ﴿١٠٩﴾

''اے محمد ﷺ کہو کہ اگر سمندر میرے رب کی باتیں لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو وہ ختم ہو جائے مگر میرے رب کی باتیں ختم نہ ہوں، بلکہ اگر اتنی ہی روشنائی ہم اور لے آئیں تو وہ بھی کفایت نہ کرے''۔

اللہ تعالیٰ کے ''کلمات'' سے کیا مراد ہے؟

(1) اس سے مراد علم و حکمت کی لامتناہی باتیں ہیں۔ ان میں سے جو باتیں انسان کی سمجھ میں آنے والی تھیں وہ بتا دی گئی ہیں۔ وہ باتیں نہیں بتائی گئیں جن کا انسان تحمل نہ کر سکے۔

(2) وہ دلائل و براہین ہیں جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دلالت کرتے ہیں۔ یہ دلائل آفاق و انفس میں ہر طرف موجود ہیں جن کو دیکھنے کے لئے زندہ دل اور روشن آنکھیں درکار ہیں۔

(3) اس سے مراد اللہ تعالیٰ کی مختلف النوع مخلوقات بھی ہو سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہر مخلوق اس کے ایک کلمہ کن کا ظہور ہے۔ جس طرح اس کی مخلوقات کا احاطہ ممکن نہیں اسی طرح اس کے

کلمات کا شمار بھی نہیں ہوسکتا۔اس کے فہم وادراک کی قوت بہت محدود ہے۔اگر ساری زمین کے درخت قلم اور وسیع سمندر سیاہی بن جائیں تو اس کے کلمات ضبط تحریر میں نہیں لائے جاسکتے اور نہ اس کے علم کا احاطہ کیا جاسکتا ہے۔نہ اس کی مخلوقات کا شمار ہے اور نہ اس کی قدرت وطاقت کا۔

☆ انسان اپنے وجود اور کائنات میں معمولی سی پیش رفت پر اترانا شروع کر دیتا ہے۔وہ اپنی اس پیش رفت کو بہت بڑی علمی فتح سمجھتا ہے اور پھولے نہیں سماتا۔آج تک انسان جن علوم کو دائرہ تحریر اور دائرہ عمل میں لا چکا ہے، اللہ تعالیٰ کے علم کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ انسان کو جس دنیاوی ترقی پر بڑا فخر ہے وہی آج ایمان و ہدایت کے راستے کی رکاوٹ بنی ہوئی ہے۔اس مادی ترقی نے انسان کو روحانی ترقی سے غافل کر دیا ہے۔لہٰذا اللہ تعالیٰ کا قرب تلاش کیا جائے۔علم وحی کو روحانی ترقی کا ذریعہ بنانے کی ضرورت ہے جس سے آخرت تو یقیناً بہتر ہوگی ۔اس کے ساتھ ساتھ دنیاوی ترقی اور ایجادات گمراہی اور دجل کا ذریعہ نہیں بنیں گی بلکہ ان سے انسان کے ایمان ویقین میں اضافہ ہوگا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿١١٠﴾

''اے محمد ﷺ کہو کہ میں تو ایک انسان ہوں تم ہی جیسا، میری طرف وحی کی جاتی ہے کہ تمہارا خدا بس ایک ہی خدا ہے۔پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہیے کہ نیک عمل کرے اور بندگی میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے''۔

(1) نبی اکرم ﷺ کو ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کہہ دیں کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں لیکن مجھے یہ امتیاز حاصل ہے کہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہے۔وحی خداوندی علم کا دائمی و حقیقی سرچشمہ ہے۔ یہ آسمانی علم حقائق پر مبنی ہے اور یہی اصل علم ہے۔اسی علم وحی کی بنیاد پر میں نے تمہیں اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے بارے میں بتا دیا جن پر گردش ایام نے پردے ڈال دیے تھے۔جن کی حقیقت افسانوں میں گم ہوگئی۔لوگوں نے اس قصے میں من پسند باتوں کو شامل کر کے اسے کچھ کا کچھ بنا دیا۔مزید برآں تمہارے سوالات کا جواب دینا بھی میری رسالت کی نشانی اور

گواہی ہے۔اور اسی مقصد کے لئے تو تم نے مجھ سے سوال کئے تھے۔مزید برآں میں نے کب دعویٰ کیا ہے کہ معجزات دکھانا میرے اختیار میں ہے۔یہ میری ذمہ داری ہی نہیں ہے۔

(2) اس وحی میں اصل اصول توحید ہے۔توحید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت، ذات، صفات اور اختیارات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرایا جائے جب تک ایسا نہیں ہوتا توحید نامکمل ہے۔عقیدے کی توحید کے ساتھ عملی توحید بھی ضروری ہے جس کی طرف عموماً دھیان نہیں دیا جاتا اور نہ اسے بیان کیا جاتا ہے۔مزید برآں توحید کا عملی تقاضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور نظام کو انفرادی و اجتماعی زندگی کے تمام گوشوں میں نافذ کیا جائے، ان میں سماجی، معاشی اور سیاسی گوشے شامل ہیں۔

(3) جس شخص کو رب کی ملاقات کا یقین ہے یعنی قیامت کے آنے، اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے اور اپنی زندگی کا حساب دینے پر ایمان ہے تو اسے چاہیے کہ اعمال صالحہ کرے۔اعمال صالحہ کے بغیر ایمان معتبر نہیں ہے۔پھر وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔کیونکہ شرک وہ گناہ ہے جو انسان کے تمام اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور بغیر توبہ کے اس کی کوئی معافی بھی نہیں ہے۔شرک کرنے والے پر جنت حرام ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔

☆ ایمان بالرسالت ہی تمام علوم کا سرچشمہ ہے۔اس کے بغیر علم گمراہی اور دجالیت کی طرف لے جاتا ہے۔آج دنیا نے دینی علوم سے منہ موڑا ہوا ہے اور دنیاوی علوم وفنون کو ناگزیر سمجھا ہوا ہے۔آج ساری تگ و دو اسی کے لئے ہو رہی ہے۔حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''قیامت کی نشانیوں سے ہے کہ بدترین لوگ اوپر آجائیں گے۔ اچھے لوگوں کو پیچھے کر دیا جائے گا۔باتیں زیادہ ہوں گی عمل کم ہوگا۔لوگوں میں ''مثناۃ'' پڑھی جائے گی لیکن ان میں کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو ان کا انکار کر سکے۔پوچھا گیا کہ یہ ''مثناہ'' کیا ہے؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''اللہ عزوجل کی کتاب کے علاوہ جو کچھ بھی لکھوایا جائے'' (السلسلة الصحيحه)۔چنانچہ وحی الٰہی سے منہ موڑنے اور مغربی نظام تعلیم کو اختیار کرنے کا نتیجہ سب کے سامنے ہے۔اسی نظامِ تعلیم کا نتیجہ انفرادی سطح پر فکری ارتداد ہے۔اس نظامِ تعلیم نے ہماری نسلوں کو دین سے بیگانہ کر دیا ہے۔شکوک وشبہات اور دین بیزاری میں مبتلا کر دیا ہے۔

اجتماعی سطح پر اس کا نتیجہ بدترین لوگوں کا غلبہ ہونا ہے جنہیں مسلط کر دیا گیا ہے۔

☆ دنیاوی علم کی آنکھ کھلی رکھنے اور دینی علم کی آنکھ بند کرنے سے دجال کی ایک آنکھ کے ساتھ مشابہت پیدا ہو جاتی ہے جس کے اثرات بھی دجالی ہیں جن کا آج دنیا شکار ہے۔ چنانچہ علم وحی کو آنکھوں کا نور بنایا جائے جس سے دل و دماغ روشن ہو جائے گا۔ دجالیت کے پردے بھی چھٹ جائیں گے اور گمراہیوں سے بچاؤ بھی ممکن ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

☆ انفرادی زندگی میں توحید پر کاربند رہنے سے عقائد، عبادات اور رسومات سے شرک ختم ہو جاتا ہے۔ اجتماعی زندگی کے گوشے معاشرت، معیشت اور سیاست میں توحید کا مطلب ان گوشوں میں اللہ تعالیٰ کا حکم نافذ کرنا ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کی عبادت اور بندگی کرنا شرک ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ کے قانون اور نظام کو چھوڑ کر کسی اور قانون اور نظام کو نافذ کرنا بھی شرک ہے۔ اس شرک نے آج پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لیا ہوا ہے۔ لہٰذا توحید پرستوں کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ افراد سے لے کر ریاست تک توحید کا عملی نمونہ قائم کریں جس میں اللہ کا حکم بالاتر ہو۔ جب تک ایسا نہیں ہوتا، توحید نامکمل رہے گی۔ یہ صورتحال اہل ایمان سے توحید کی تکمیل کا تقاضا کرتی رہے گی۔ یہی ان کا اصل امتحان ہے۔

اس رسالہ میں قرآن حکیم کی مقدس آیات اور احادیث آپ کی دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کے لیے شائع کی جاتی ہیں۔ ان کا احترام آپ پر فرض ہے۔ لہٰذا جن صفحات پر یہ آیات و احادیث درج ہیں ان کو صحیح اسلامی طریقے کے مطابق بے حرمتی سے محفوظ رکھیں۔

تربیتِ اولاد کے اسلامی اُصول

شیخ محمد بن جمیل زینو رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ: حافظ خالد حیات محمود

نماز سے متعلق چند احادیث:

1...... ((صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِی أُصَلِّی)) (صحيح بخاري)

''نماز اس طرح پڑھو جس طرح مجھے پڑھتے دیکھتے ہو۔''

2......((إِذَا دَخَلَ أَحَدُكُمُ الْمَسْجِدَ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ قَبْلَ أَنْ يَجْلِسَ))

(صحيح بخاري)

''تم میں سے جب کوئی مسجد میں آئے تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کرے۔''

(اسی نماز کو ''تحیۃ المسجد'' کہتے ہیں)

3...... ((لَا تَجْلِسُوا عَلَى الْقُبُورِ، وَلَا تُصَلُّوا إِلَيْهَا)) (صحيح مسلم)

''قبروں کے اوپر مت بیٹھو اور نہ ان کی طرف مُنہ کر کے نماز پڑھو۔''

4...... ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا صَلَاةَ إِلَّا الْمَكْتُوبَةُ)) (صحيح مسلم)

''جب نماز کے لیے اقامت کہہ دی جائے تو پھر فرض نماز کے علاوہ دوسری کوئی نماز نہیں ہوتی۔''

5...... ((أُمِرْتُ أَنْ لَا أَكُفَّ ثَوْبًا ......)) (صحيح مسلم)

''مجھے حکم ملا ہے کہ میں (نماز میں) کپڑوں کو اکٹھا نہ کروں۔''

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کے معنی بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ اس سے مقصود نماز کی حالت میں آستینوں کو چڑھانے یا کسی دوسرے کپڑے کو اکھٹا کرنے سے روکنا ہے۔

6...... ((أَقِيمُوا صُفُوفَكُمْ وَ تَرَاصوا.)) وفي رواية: "وَكَانَ أَحَدُنَا يُلْزِقُ مَنْكِبَهُ بِمَنْكِبِ صَاحِبِهِ، وَقَدَمَهُ بِقَدَمِهِ"(صحيح بخاري)

''اپنی صفوں کو سیدھا رکھو اور آپس میں مل جاؤ۔ دوسری روایت میں (صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر عمل کے بارے میں) اس طرح ذکر آتا ہے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنے کندھے کو اپنے ساتھی کے کندھے کے ساتھ اور اپنے پاؤں کو اپنے ساتھی کے پاؤں کے ساتھ ملا کر کھڑا ہوا کرتا تھا۔''

7...... ((إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلَاةُ فَلَا تَأْتُوهَا تَسْعَوْنَ، وَأْتُوهَا تَمْشُونَ، عَلَيْكُمُ السَّكِينَةُ، فَمَا أَدْرَكْتُمْ فَصَلُّوا، وَمَا فَاتَكُمْ فَأَتِمُّوا)) (متفق عليه)

''جب نماز کھڑی ہو جائے تو دوڑتے ہوئے اس کے ساتھ ملنے کی کوشش نہ کرو، بلکہ سکون کے ساتھ چلتے ہوئے آ کر جماعت میں شامل ہو جاؤ، پھر نماز سے جو حصہ مل جائے، اس کو جماعت کے ساتھ ادا کر لو اور جو رہ چکا ہو، اس کی بعد میں تکمیل کر لو۔''

8...... ((ارْكَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَعْدِلَ قَائِمًا، ثُمَّ اسْجُدْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا، ثُمَّ ارْفَعْ حَتَّى تَطْمَئِنَّ جَالِسًا))(متفق عليه)

''آپ پورے اطمینان کے ساتھ رکوع کریں، پھر رکوع سے اُٹھ کر بالکل سیدھے کھڑے ہو جائیں، پھر اطمینان سے سجدہ کریں، پھر سجدے سے اُٹھیں اور مکمل اطمینان وسکون کے ساتھ بیٹھ جائیں۔''

9...... ((إِذَا سَجَدْتَ، فَضَعْ كَفَّيْكَ وَارْفَعْ مِرْفَقَيْكَ)) (صحیح مسلم)

''جب آپ سجدہ کریں تو اپنی ہتھیلیوں کو زمین پر رکھ لیں اور اپنی کہنیوں کو زمین سے اُٹھا کر رکھیں۔''

10...... ((إِنِّي إِمَامُكُمْ، فَلَا تَسْبِقُونِي بِالرُّكُوعِ وَلَا بِالسُّجُودِ،))(صحیح مسلم)

''بیشک میں تمہارا امام ہوں، لہٰذا تم مجھ سے پہلے رکوع اور سجدہ کرنے کی کوشش نہ کرو''

11...... ((أَوَّلُ مَا يُحَاسَبُ بِهِ الْعَبْدُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ الصَّلَاةُ، فَإِنْ صَلَحَتْ صَلَحَ لَهُ سَائِرُ عَمَلِهِ، وَإِنْ فَسَدَتْ فَسَدَ سَائِرُ عَمَلِهِ)) (معجم الاوسط للطبرانی)

''قیامت کے روز سب سے پہلے جس بات کا حساب بندۂ مومن سے لیا جائے گا، وہ نماز ہے، چنانچہ اگر نماز کا معاملہ درست نکلا تو دوسرے تمام اعمال میں بھی اس کی کامیابی کے امکانات روشن ہوجائیں گے، لیکن اگر نماز کے حساب میں گڑبڑی ہوگئی تو اس کے دوسرے اعمال میں بھی اس کی خیر نہیں ہوگی۔''

نمازِ جمعہ اور نماز باجماعت کا وجوب:

کتاب وسنت سے بیان کیے گئے مندرجہ ذیل دلائل کی روشنی میں مرد حضرات پر واجب ہے کہ وہ نمازِ جمعہ سمیت پنجگانہ نمازوں کو جماعت کے ساتھ ادا کریں:

(۱)...... ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۝﴾ [الجمعة: ۹]

''اے ایمان والو! جمعہ کے دن جب نماز کے لیے بلایا جائے تو خرید وفروخت کو چھوڑ کر اللہ کے ذکر کے لیے دوڑو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے اگر تم جانو۔''

(۲)...... رسالت مآب ﷺ کا فرمان ہے:

((مَنْ تَرَكَ ثَلَاثَ جُمَعٍ تَهَاوُنًا بِهَا طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قَلْبِهِ)) (سنن ابی داوٗد)

''جس شخص نے مسلسل تین جمعے عدمِ دلچسپی اور سستی کی وجہ سے چھوڑ دیے، اللہ تعالیٰ ایسے شخص کے دل پر مہر ثبت کر دیتا ہے۔''

(۳)......رسول ﷺ نے فرمایا:

((لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ فِتْيَتِي فَيَجْمَعُوا حُزَمًا مِنْ حَطَبٍ ثُمَّ آتِيَ قَوْمًا يُصَلُّونَ فِي بُيُوتِهِمْ لَيْسَتْ بِهِمْ عِلَّةٌ فَأُحَرِّقَهَا عَلَيْهِمْ)) (سنن أبی داوٗد)

''میرا دل چاہا کہ اپنے جوانوں سے کہ دوں کہ وہ لکڑیوں کے چند گٹھر جمع کریں اور جو لوگ بلاعذر اپنے گھروں میں نماز پڑھتے ہیں، ان کے گھروں کو جلا کر راکھ

کردوں۔‘‘

(۴)......آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:((مَنْ سَمِعَ النِّدَاءَ فَلَمْ يَأْتِهِ فَلَا صَلَاةَ لَهُ اِلَّا مِنْ عُذْرٍ)) (سنن ابن ماجہ)

’’جو شخص اذان سن کر نماز کے لیے نہیں آتا، اس کی بغیر عذر (خوف بیماری وغیرہ) کے کوئی نماز قبول نہیں ہوگی۔‘‘

(۵)...... نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک نابینا آدمی آیا اور اس نے آ کر عرض کیا کہ یارسول اللہ! میرے پاس کسی ایسے آدمی کا انتظام نہیں ہے جو اپنی رہنمائی میں مجھے مسجد تک لا سکے، لہٰذا آپ مجھے اجازت دے دیں کہ میں گھر ہی میں نماز ادا کرلیا کروں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اجازت مرحمت فرمادی، پھر جب وہ واپس جانے لگا تو اس کو بلا کر پوچھا:((هل تسمع النداء بالصلاة ؟)) قال: نعم، قال: ((فأجب)) ’’کیا تُو اذان سنتا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ جی ہاں! تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر تمھیں اذان کا جواب دینا ہوگا (یعنی مسجد میں آ کر نماز ادا کرنا ہوگی)۔‘‘ (صحیح مسلم)

(۶)...... نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے:((مَنِ اغْتَسَلَ ثُمَّ أَتَى الْجُمُعَةَ، فَصَلّٰى مَا قُدِّرَ لَهُ ثُمَّ أَنْصَتَ حَتّٰى يَفْرُغَ مِنْ خُطْبَتِهِ ثُمَّ يُصَلِّي مَعَهُ غُفِرَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الْجُمُعَةِ الْأُخْرٰى وَ فَضْلُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ)) (صحیح مسلم)

’’جو شخص غسل کر کے نمازِ جمعہ کے لیے آئے اور حسبِ توفیق نوافل ادا کرے اور پھر امام کے خطبے سے فارغ ہونے تک خاموشی سے بیٹھا رہے، اس کے بعد امام کے ساتھ نمازِ جمعہ ادا کرے تو ایسے شخص کے اس جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور مزید تین دن تک کے گناہ معاف کردیے جاتے ہیں۔‘‘

میں جمعہ کا دن کیسے گزاروں؟

ا...... جمعہ کے روز غسل کروں گا اور بڑھے ہوئے ناخنوں کو تراشوں گا اور وضو کرنے کے بعد صاف ستھرے کپڑے پہن کر خوشبو لگاؤں گا۔

۲......لہسن یا کچا پیاز کھانے سے احتراز کروں گا اور سگریٹ نوشی سے بھی پرہیز کروں گا، مزید برآں خاص طور پر مسواک یا ٹوتھ پیسٹ سے دانتوں کی صفائی کا اہتمام کروں گا۔

۳......مسجد میں داخل ہوتے ہی دو رکعت (تحیۃ المسجد) ادا کروں گا.................۔

۴......ہر قسم کی گفتگو سے اِجتناب کرتے ہوئے امام کے خطبے کو سننے کے لیے بیٹھ جاؤں گا۔

۵......امام کی اقتدا میں جمعہ کی دو رکعت فرض نماز ادا کروں گا۔(خیال رہے کہ نیت کا تعلق صرف دل کے ساتھ ہے)

۶...... جمعہ کی دو فرض رکعت نماز کے بعد مسجد میں چار رکعت سنت نماز ادا کروں گا، یا گھر پہنچ کر صرف دو رکعت سنت نماز پڑھوں گا اور حقیقت یہ ہے کہ گھر میں سنت نماز پڑھنا افضل ہے۔

۷......جمعہ کے دن کثرت کے ساتھ نبی ﷺ پر درود شریف پڑھنے کی کوشش کروں گا۔

۸......جمعہ کے روز مجھے اللہ سے خوب دعائیں کرنا ہوں گی، اس لیے کہ اس دن کی دعا اور اس کی قبولیت کے بارے میں رسالت مآب ﷺ کا اِرشاد ہے:

((اِنَّ فِی الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً، لَا يُوَافِقُهَا مُسْلِمٌ، يَسْأَلُ اللّٰهَ فِيهَا خَيْرًا اِلَّا أَعْطَاهُ اِيَّاهُ (صحیح مسلم)

’’جمعہ کے دن ایک ایسی گھڑی ہے جس میں اگر کوئی مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنے لیے کسی بھلائی کی دعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو شرفِ قبولیت بخش کر اس کو مطلوبہ چیز عنایت فرما دیتا ہے۔‘‘

(جاری ہے)

اُسوۂ ابراہیمی علیہ السلام

محمد رشید عمر

''کعبے کا کعبہ دیکھو'' کے مصداق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے لیے مرجع خلائق اوران کی زندگی کے ہر پہلو کو اُسوۂ حسنہ قرار دیا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس ہستی کا اُسوہ اپنانے کا حکم دیا گیا ہے؟ وہ ہستی حضرت ابراہیم علیہ السلام اور آپ کے پیروکار ہیں، جن کو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے پیروکاروں کے لیے اسوۂ حسنہ قرار دیا گیا ہے، یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام کے طریقے کی پیروی کریں۔ یہ مقامِ بلند حضرت ابراہیم علیہ السلام کو کیسے ملا؟ آیئے حیاتِ ابراہیم علیہ السلام کے نمایاں پہلوؤں کو جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو رُشد و ہدایت سے نوازا تو انھوں نے والد کو بے جان بتوں کی پرستش سے روکا۔ والد نے غصہ میں آ کر انہیں گھر سے نکال دیا۔ انھوں نے والد کو سمجھانے کا بہت پیارا طریقہ اپنایا اور اپنے رب سے ان کے لیے ہدایت طلب کرتے رہنے کا وعدہ فرمایا۔ حضرت ابراہیم نے اپنی قوم، جس نے چاند ستاروں اور سورج کو اپنا الٰہ بنایا ہوا تھا، کے سامنے نہایت حکمت کے ساتھ اللہ کی اس مخلوق کا اصل مقام واضح کیا اور ایک اللہ پر ایمان ہی امنِ عالم کا ضامن ہے، اس مشکل فلسفہ کو بڑی خوب صورتی کے ساتھ قوم کے سامنے کھول کر رکھ دیا۔

بادشاہِ وقت کو اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان کی دعوت اس طرح پیش کی کہ وہ مبہوت ہو کر رہ گیا۔ قوم کے وہ لوگ جو بتوں اور مورتیوں کی پوجا کرتے تھے، ان کی بے بسی کو ثابت کرنے کے

لیے ایسا پر ہیبت طریقہ اختیار فرمایا کہ قوم خود ان بتوں کی بے بسی کی دل سے قائل ہوگئی، لیکن جہالت اور ضد کے ہاتھوں مجبور ہو کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ہی انہوں نے آگ میں ڈال کر بتوں کی پوجا کرنے کے عمل پر اصرار کا مظاہرہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آگ کو ٹھنڈی اور سلامتی والی ہونے کا حکم دیا اور اپنے خلیل کو صحیح سلامت اس سے نکال لیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کو دیگر صالح اور جلیل القدر اولاد کے پہلے حضرت اسماعیل علیہ السلام جیسا بردبار بیٹا عطا فرمایا، جنہیں وہ شیر خوارگی میں مکہ میں اللہ کے گھر کے پاس چھوڑ کر آگئے۔ یہی بچہ یعنی اسماعیل علیہ السلام جب سعی و جہد کرنے والی عمر کو پہنچا تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اسے میرے نام پر ذبح کردو۔ اپنے رب کے حکم کی تعمیل میں کوئی پس و پیش نہ باپ نے کیا اور نہ بیٹے نے۔ جب بیٹے کو پیشانی کے بل لٹا دیا اور چھری پھیرنے والے تھے، اللہ نے اس عمل کی قبولیت کے اعلان کے ساتھ ہی فدیتاً مینڈھا پیش کردیا اور جانور کی قربانی کی شکل میں اس عمل کو قیامت تک کے لیے جاری فرمادیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بڑے بڑے مشکل حالات میں آزمایا۔ اپنے رب کی طرف سے ڈالی جانے والی ساری آزمائشوں سے وہ سرخرو ہو کر نکلے تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو انسانیت کی امامت کے منصب پر فائز کرنے کا اعلان کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی تعمیر کا کام ان سے لیا۔ انہوں نے مکہ کے لیے رزق کی فراوانی اور امن کی جگہ بنانے کی اپنے رب سے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو مناسک حج سکھائے اور ان سے یہ بابرکت اعلان کروایا کہ لوگ اللہ کے گھر میں مناسکِ حج ادا کرنے کے لیے آئیں اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارکانِ عبادت میں اس کو بطور فرض رکن عبادت قرار دیا۔

اسلام کو اگر عمارت فرض کرلیا جائے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اعمال اس عمارت کی بنیاد قرار پائیں گے۔ اس لیے فرمایا

''تم لوگوں کے لیے ابراہیم اور ان کے ساتھیوں میں ایک اچھا نمونہ ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے صاف کہہ دیا: ہم تم سے اور تمہارے ان معبودوں سے جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوجتے ہو، قطعی بیزار ہیں، ہم نے تمہارا انکار کیا اور ہمارے تمہارے

درمیان ہمیشہ کے لیے عداوت ہوگئی اور بیر پڑ گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لے آؤ''۔(الممتحنہ:4)

آپ علیہ السلام کا یہ قول زبردست تمہید ہے قرآن مجید کے درج ذیل احکامات کی:

1۔ لڑو ان سے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (نظام) صرف اللہ کا ہو جائے۔ (البقرہ:190)

2۔ اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین (نظام) سب کا سب اللہ کا ہو جائے۔(الانفال:39)

3۔ لڑو ان سے تاکہ اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے اور انہیں رسوا کرے اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے اور مسلمانوں کے دل ٹھنڈے کرے اور ان کے دل کے غیظ کو دور کرے۔ (التوبہ:14-15)

4۔ کہہ دیجیے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور بیویاں اور برادری اور تمہاری کمائی کے مال اور تجارت جس کے مندے کا ڈر رکھتے ہو اور پسندیدہ رہائشیں تمہیں اللہ، رسولؐ اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہیں تو انتظار کرو یہاں تک کہ اللہ اپنا فیصلہ سنا دے اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا۔(التوبہ:24)

5۔ اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے ان سے جو اس کی راہ میں لڑتے ہیں سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صف بند ہو کر۔(الصّف)

ان مضامین کی بہت سی آیات ہیں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول جس کا مفہوم یہ ہے کہ مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جنگ جاری رکھوں یہاں تک کہ وہ لا اِلٰہ الا اللہ کا اقرار کر لیں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دینے والے بن جائیں۔

ہزاروں سال پہلے کا آپ علیہ السلام کا قول اور عمل نبی کریم اور امت مسلمہ کے لیے حق کو باطل پر غالب کرنے کے جہاد کے لیے تمہید بنا دیا۔ یہ مقام بلند انہیں کیسے ملا۔ یہ نکتہ توجہ طلب ہے اگر یہ سمجھ نہ آئے تو پھر ؎

نماز و روزہ و قربانی و حج یہ سب باقی ہیں، تو باقی نہیں ہے

یہ نکتہ ہے ایمان اور یقین کا اعلیٰ مقام اور اس کا حصول۔ فرمایا:

''اس طرح ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین میں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائیں''۔ (انعام: 75)

انبیاء اور رُسل کی زندگیوں کا یہی پہلو قابلِ نمونہ ہے۔ اس کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور رُسل کو کائنات میں اپنی قدرت کی نشانیاں دکھاتا ہے کہ وہ ایمان اور یقین کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بنتے ہیں تو روئے زمین پر اللہ کے دین کو نافذ کر دیتے ہیں اور عادلانہ نظام قائم کر دیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بنتے ہیں تو امام الناس کے منصب پر فائز ہوتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سفر کے دوران اور سدرۃ المنتہیٰ پر یہ نشانیاں دکھلائی گئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بغیر سفر کرائے یہ نشانیاں دکھائیں تاکہ وہ یقین کے اعلیٰ مقام کو پا لیں۔ ان کی زندگی کا یہ پہلو ہے جو ایسا اعلیٰ نمونہ ہے جس کی پیروی کیے بغیر اعمال بے روح اور رسوماتِ محض کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔ حضرت ابراہیم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں دکھائیں۔ قدرت کے یہ نشان ہمیں بھی دعوتِ نظارہ دیتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ادنیٰ امتی کا قول ہے کہ میں جس چیز کو دیکھتا ہوں اسے اللہ کے رازوں کا امین پاتا ہوں۔ (علی ہجوری رحمۃ اللہ علیہ) تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کو کیسے دیکھا۔ کیسے ان کی نظریں دلِ وجود کو چیر کر وجود بخشنے والی ہستی کو دیکھنے لگیں اور وہ کہہ اٹھے:

''............ جہانوں کا رب، جس نے مجھے پیدا کیا، وہی مجھے راہ دکھلاتا ہے، وہی جو مجھے کھلاتا ہے اور پلاتا ہے اور جب بیمار ہوتا ہوں تو وہ مجھے شفا دیتا ہے، وہی جو مجھے موت دے گا پھر زندہ کرے گا، وہی جس سے مجھے طمع ہے کہ انصاف کے دن میری خطاؤں کو معاف کر دے گا''۔

ان الفاظ کے پیچھے LOGISTIC SUPPLY LINE کے عوامل اور ان کو چلانے والی ہستی کا تصور کیجیے۔ انہوں نے تخلیقاتِ ربانی پر غور کے ذریعے ایک زندہ و پائندہ ہستی کو پالیا، جس نے ہر چیز جو ہمیں نظر آتی ہے یا وہ جہاں جن میں زندگی دوڑ رہی ہے اور وہ ہمیں نظر نہیں آتے اسی نے ان سب کو نہ صرف وجود بخشا ہے بلکہ ان کے وجود کے بقا کا مدبر اور ان کو رستے پر

چلنے کی ہدایت بھی وہی دیتا ہے۔ کائنات کی نشانیوں سے سبق حاصل کرنے کا یہی پہلو ہے جو انسانی رفعتوں کا زینہ بنتا ہے۔ ایمان کا یہ مقام دو راستے کھول دیتا ہے:

1۔ جہاد فی سبیل اللہ 2۔ اعلیٰ فہم وفراست

بندۂ مومن کے لیے رشتہ و پیوند اور مال و دولتِ دنیا ـــــ جہاد فی سبیل اللہ کی راہ میں رکاوٹ نہیں بنتے۔ اس کی نگاہِ دور بین جان لیتی ہے کہ نظامِ الٰہی کے نفاذ کے بغیر انسانیت کو بطن و فرج کے بلیک ہول میں گرنے سے نہیں بچایا جاسکتا۔ چنانچہ وہ زندگی کے ہر دائرے میں ان قوتوں کا مقابلہ کرنے کے لیے کھڑا ہو جاتا ہے۔ اس کے اندر فہم وفراست (جیسے کہا گیا کہ ''مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے'') اس قدر راہ پالیتی ہے کہ کفر وشرک کی پہاڑوں کو ہلا دینے والی چالوں کو بے اثر اور ان باطل قوتوں کو مبہوت کر کے رکھ دیتا ہے، جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کواکب پرست قوم کے سامنے حق کو واضح فرمایا، بادشاہ کو دلائل توحید سے مبہوت کر کے رکھ دیا، بتوں کے پجاریوں کو اعترافِ حق پر مجبور کر دیا۔ اگرچہ یہ لوگ اپنے کفر کی عصبیت میں ایمان نہیں لائے اور اُنہیں آگ میں ڈال دیا کہ اُن کے وجود ہی کو ختم کر دیا جائے۔ ایمان کی دولت کی بدولت ان کے پائے استقامت میں لرزش نہیں آئی۔

ان کی زندگی کا یہ پہلو بھی انتہائی اعلیٰ درجے پر قابل اتباع ہے کہ جرم سے نفرت ہے مجرم سے نہیں، کے مصداق کفریہ اور مشرکانہ عقائد نظریات کا تیا پانچہ تو کر دیا لیکن مشرکوں اور کافروں کے ساتھ بات برتاؤ کرتے وقت شائستگی کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا۔ وہ والد جو اُن کی دعوت کے جواب میں اتنا غیض وغضب میں بھر گیا کہ ایک نظر اپنے سامنے ان کو دیکھنے کا روادار نہیں رہا، گھر سے نکلنے کا حکم ہی نہیں، بلکہ سنگساری سے مروا دینے کی دھمکی بھی دی، ان سے نہایت ادب سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں آپ کے لیے اپنے رب سے ہدایت کی دعا کروں گا۔

ان کی مساعی جو انہوں نے شرک اور کفر کے خلاف کیں صرف وہ ہی قابل تقلید نہیں بلکہ ان منکرات کو ختم کرنے کے ساتھ ساتھ معروف کو استحکام بخشنے والے صالح معاشرہ کی تشکیل کے لیے رب کے حضور تربیتی نصاب کا حامل ایک مصلح کو مبعوث کرنے کی جو دعا کی وہ ان کے فہم و

فراست کا شاہکار ہے۔

''اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایسے (عظیم) رسول کو مبعوث فرما جو ان پر تیری آیات کی تلاوت کرے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے اور ان کا تزکیہ کرے۔ بے شک آپ زبردست اور حکمت والے ہیں''۔ (البقرہ)

جس قوم کو اللہ تعالیٰ ہدایت سے نوازے پھر وہ اعلیٰ معاشرہ تشکیل نہ دے پائے تو ان کی مثال ایسے ہے جیسے کتابوں کا بوجھ اٹھانے والے گدھے۔ گدھوں کی صفات کے حامل انسان اپنی تخلیق کے مقاصد کی آبیاری نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو اس مقصد کے لیے پیدا فرمایا کہ وہ اس کی بندگی کریں۔ انسان اپنی تخلیق میں کمزور ہے، خود سے بندگی کا حق ادا نہیں کر سکتا جب تک کہ ابراہیمی تعلیمی تربیتی نصاب سے نہ گزرے۔ اس تربیت سے عقائد و نظریات کی کمزوریوں اور قلب کی بیماریوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ زندگی میں دستور کیا ہونا چاہیے اس کی سمجھ اور حکمتیں واضح ہو جاتی ہیں چنانچہ ایسے لوگ ایسا معاشرہ تشکیل دیتے ہیں جو اللہ کی کبریائی کا مظہر پاکیزہ اور ستھرا معاشرہ ہوتا ہے۔ اس معاشرہ میں قانون قرآن وسنت کا چلتا ہے، حکمت و دانش میں اس قدر نمایاں کہ دنیا میں امامت کا منصب حاصل کر لیتا ہے۔

قرآن مجید کے مختلف مقامات کی آیات جو اس مضمون کو مربوط طور پر واضح کرتی ہیں اگلے صفحہ پر دیے گئے نقشہ میں ان کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس مضمون کو اس نقشے میں سمجھا جا سکتا ہے۔

ایک انداز نظر و تحقیق ابراہیمی ہے جو حضرت ابراہیم کو امام الناس بنا دیتا ہے اور حضرت محمد ﷺ کو رحمۃ للعالمین اور ان کی امت کو بہترین امت بنا دیتا ہے۔ ایک انداز نظر و تحقیق کا موقع یہود و نصاریٰ کو اللہ تعالیٰ نے اس دور میں دیا ہے لیکن یہ ابراہیمی تعلیمی تربیتی نصاب سے محروم ہیں اس لیے اللہ کی تخلیقات میں غور وفکر اور تحقیق کے نتیجے میں اعلیٰ مقام حاصل کرنے اور خالق کائنات تک ان کی رسائی ہوتی، وہ تخلیقات میں گم ہو کر ان سے حاصل ہونے والے ثمرات کو شہواتِ نفس کی پیاس بجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے جب سے ابرہیمی اندازِ نظر و تحقیق چھوڑا ہے اور ابراہیمی تعلیمی تربیتی نصاب سے منہ موڑا ہے یہود و نصاریٰ کی باطل چالوں کا مقابلہ کرنے سے عاجز آچکے ہیں۔ علامہ اقبال نے اس حالت کا نوحہ کس قدر خوب صورت الفاظ میں کہا ہے:

ابراہیمی تربیتی نصاب اور اس کے نتائج

◉ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ O (سورۃ الجمعہ:01)

انسانی مسائل	علاج بذریعہ مربی انسانیت	نتائج	تشکیل معاشرہ
1۔ شک، کفر، شرک، آباء پرستی، شفاعت باطلہ ←	تلاوت آیات ←	موعظت	اللہ کی کبریائی کا مظہر
2۔ امراض قلب ←	تزکیہ ←	شفاء لما فی الصدور	پاکیزہ اور ستھرا معاشرہ
3۔ حقوق و فرائض کی کمیت کیفیت اور اوقات ادائیگی کا خود سے عالم ہونے سے عاجز ہونا ←	تعلیم کتاب ←	ہدایت	جس میں قرآن و سنت کا نفاذ
4۔ احکام خداوندی کے چھپے اسرار و رموز اور مادی قوتوں کے چھپے اسرار و رموز سے واقفیت اور قلب انسانی کے انشراح کا مسئلہ ←	تعلیم حکمت ←	رحمت	اور حکمت و دانش میں اتنا آگے کہ دنیا ان سے پوچھ کر چلے

◉ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ O (سورۃ الذاریات:56)

◉ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (سورۃ النساء:28)

◉ هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ O (سورۃ الجمعہ:02)

◉ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ O

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ O (سورۃ یونس:57-58)

آتی ہے دم صبح صدا عرش بریں سے
کھویا گیا کس طرح تیرا جوہر ادراک
کس طرح ہوا کند تیرا نشتر تحقیق
ہوتے نہیں کیوں تجھ سے ستاروں کے جگر چاک
مہر و ماہ و انجم نہیں محکوم تیرے کیوں
کیوں تیری نگاہوں سے گزرتے نہیں افلاک

علامہ اقبال نے بندۂ مسلم میں جن صلاحیتوں کے فقدان کا شکوہ کیا ہے وہ صرف ابراہیمی تعلیمی تربیتی نصاب سے حاصل ہوسکتی ہیں۔ جن اشخاص کے کردار کا خمیر اس تربیتی نصاب سے گوندھا گیا ہوگا انہیں ہی یہ جوہر ادراک اور نشتر تحقیق حاصل ہوسکتا ہے جس سے ستاروں کے جگر چاک کیے جاسکیں، مہر و ماہ و انجم تک ان کی رسائی ہوجائے اور ان کی نگاہِ دوررس سے ارض و سماوات میں لرزہ طاری ہوجائے۔

تحقیق وہ مراد کو پہنچ گیا جو پاک ہوا

پاکستان کا مطلب کیا؟ــــ لا اِلٰہ اِلا اللّٰہ

موجودہ حالات۔نفاذ اسلام کا وعدہ پورا نہ کرنے کی سزا؟

ابوفیصل محمد منظور انور

اسلامی جمہوریہ پاکستان کو آزاد ہوئے 75 سال ہو چکے ہیں۔ چند دنوں بعد قوم 71 واں یوم آزادی منانے والی ہے۔ یہ وہ خطہ ارضی ہے جو رب العالمین نے 27 ویں رمضان المبارک لیلۃ القدر یعنی بڑی بابرکت رات کو معجزانہ طور پر عطا فرمایا تھا اور یہ 14 اگست 1947ء تھا۔ یہ دنیا میں پہلا اسلامی ملک ہے جو اسلام کے نام پر آزاد ہوا تھا۔ برصغیر پاک و ہند کی تقسیم میں کلمہ طیبہ کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ یہ اس علاقے کی کروڑوں مسلمانوں کی آواز تھی جنھوں نے صرف کلمہ طیبہ کے نام پر آزادی حاصل کرنے کے لیے اپنی اکثریتی رائے کا اظہار کیا تھا۔ وطن عزیز کو کسی نے گلاب کے پھولوں میں سجا کر طشتری میں رکھ کر پیش نہیں کیا بلکہ اس کی بنیادوں میں ہزاروں مسلمانوں کا خون شامل ہے۔ اگرچہ 1857ء کی جنگ آزادی سے ہی مسلمانوں کی طرف سے دوقومی نظریہ کی بنیاد پر علیحدہ وطن کے حصول کی کوششوں کا آغاز ہو گیا تھا۔ تاہم مکار بنیئے اور چالاک انگریز کی بدعہدیوں اور چالاکیوں کے باعث منزل مراد کے حصول میں تاخیر ہوتی چلی گئی اور ایک صدی بعد جا کر منزل مراد حاصل ہوئی۔ بے شک آزادی کا سہرا ان تمام سرفروش اکابرین کے سر ہے جو اپنے اپنے حصے کا کام کر کے اس دار فانی سے کوچ کر چکے ہیں۔ تاہم یہ اعزاز علی برادران (مولانا محمد علی جوہر اور مولانا شوکت علی)، مولانا ظفر علی خان، قائداعظم محمد علی جناح، علامہ محمد اقبال اور ان کے ہمعصر قائدین کو جاتا ہے جن کی شب و روز کاوشیں رنگ لائیں اور مملکت

خدادادا اسلامی جمہوریہ پاکستان دنیا کے نقشے پرنمودار ہو گیا۔

اس نوزائیدہ ملک کو آزادی کے فوری بعد بڑی ہی مشکلات کا سامنا تھا مگر اس وقت کی مخلص و دیانت دار قیادت ان مسائل سے نبرد آزما رہی اور ملکی گاڑی کا پہیہ احسن طریقے سے چلتا رہا اور اس وقت بھی دشمن قوتیں اس کے خلاف سرگرم عمل تھیں۔ موجودہ حالات میں اس ملک کی تباہی کا منصوبہ بنانے والی عالمی طاقتوں کا گھیرا پاکستان کے گرد دن بدن تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ بدقسمتی سے ہمارے کچھ ناعاقبت اندیش لوگ ہوس اقتدار میں مدہوش ہوکر اور بیرونی طاقتوں کے آلہ کار بن کر ملکی خودمختاری اور سالمیت کو نقصان پہنچانے کی قیمت پر برسر اقتدار آتے رہے۔ جنھوں نے اپنے شخصی اقتدار کی خاطر ملک کو لسانی و صوبائی تعصّبات کی بھٹی میں جھونک دیا ان کی ہوس اقتدار نے ملکی سرحدوں کو ہلا کر رکھ دیا سانحہ مشرقی پاکستان رونما ہوا اور ملک دولخت ہو گیا۔ اس نااہلی میں سیاست دانوں کے علاوہ عدلیہ اور مسلح افواج کے کچھ جرنیل شامل تھے۔ کشمیر ہماری شہ رگ ہے مگر اسلامی دنیا کی واحد ایٹمی قوت ہونے کے باوجود ہماری خارجہ پالیسی معذرت خواہانہ ہے، جس کے باعث یہ دیرینہ مسئلہ حل نہ ہو سکا اور آزادیٔ کشمیر کا خواب تشنۂ تکمیل ہے۔ ملکی سیاسی و معاشی صورت حال دن بدن خراب ہوتی گئی۔ غیر ملکی آشیر باد سے نااہل، بددیانت، بدمعاش (کرپٹ) افراد برسر اقتدار ہوئے تو قوم کے برے دن شروع ہو گئے۔ با اثر افراد نے بڑے بڑے قرضے لئے اور معاف کروالیے، بڑے پروجیکٹس کے عوض کک بیک لے کر بیرون ممالک اربوں کھربوں کی بھاری جائیدادیں خریدیں گئیں۔ نتیجے میں ملک اربوں کھربوں کا مقروض ہو گیا۔ پاکستان میں اس وقت ممبرانِ اسمبلی، سیاسی رہنما، اہم تجزیہ نگار اور اینکر پرسن، اہم دفاعی و معاشی دانشور یہ دوسو کے لگ بھگ ہیں۔ آپ کوئی اخبار دیکھیں، ٹیلی ویژن کے کسی چینل کو کھول لیں یا پھر کسی سیاسی رہنما کی پریس کانفرنس میں جائیں، محدود وژن کے حامل یہ عناصر محدود نگاہ کا ہی شکار نظر آئیں گے، اپنے ذاتی مفاد کو مقدم رکھنا ہی ان کی سرشت میں شامل ہے کسی اعلیٰ اور ارفع مقصد کے لئے سوچ ہی نہیں سکتے۔ پاکستان کے ان دوسو کے قریب لکھنے، پڑھنے، اور قیادت کرنے والے لوگوں کی اکثریت آخرت میں اپنے انجام اور جوابدہی پر یقین ہی نہیں رکھتی بصیرت سے محروم اس طبقے میں خدا خوفی دور دور تک نظر نہیں آتی۔ یہ جاننے کے باوجود کہ عرش الٰہی پر نصب

کیمرے کی آنکھ ان کے سارے مظالم اور کالے کرتوت دیکھ رہی ہے گزشتہ کئی عشروں سے یہ بدبخت بڑی دیدہ دلیری اور ڈھٹائی کے ساتھ ظلم و زیادتی، ناانصافی کرنے اور قومی امانت کو ہڑپ کرنے میں مصروف ہیں۔ زبانی کلامی اسلام کے دعویدار یہ لوگ اقتدار میں آتے ہی نظام اسلام کے نفاذ کا وعدہ وفا کرنے اور اسلامی عادلانہ نظام قائم کرنا تو کجا یہ تو دین اسلام کے نام سے بدک جاتے ہیں اور اسلام کے نفاذ اور خلافت کے احیا کے لئے سرگرم دینی جماعتوں پر عرصہ حیات تنگ کرنے میں ذرہ برابر بھی عار محسوس نہیں کرتے۔

آئین پاکستان میں قرارداد مقاصد میں طے شدہ ہے کہ کتاب وسنت کے خلاف قوانین سازی نہیں ہوسکتی۔ بدبخت ڈکٹیٹر شپ ہو یا جمہوری تماشے والے حکمران ہوں 1973ء کے متفقہ آئین میں بار بار من مرضی کی ترامیم کر کے اپنے اقتدار کو طول دیتے رہے ہیں اور ابھی تک انگریز کے بنائے گئے انڈین ایکٹ پر عمل پیرا ہیں اور تو اور سود کی حرمت بارے اعلیٰ عدلیہ کے فیصلوں کو خاطر میں نہیں لائے اور اس فیصلے پر عملدرآمد کرنے میں تاخیری حربے اختیار کرتے رہے ہیں 30 سال بعد بھی سود کی حرمت کے خلاف سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے پر بھی عمل درآمد ہوتا نظر نہیں آرہا ہے۔ اکثر ممبران اسمبلی پر کرپشن اور دیگر غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث ہونے کے سنگین الزامات ہیں۔ بددیانت، خائن، مجرموں کی سرپرستی اور پارٹیوں کے منشور سے انحراف کر کے لوٹے بننے والے ہر بار قانون ساز اسمبلی میں پہنچ جاتے ہیں جو 22 کروڑ عوام کی قسمت کے فیصلے کرتے ہیں۔ وطن عزیز پر عملاً مافیاز کا راج اور قبضہ چلا آرہا ہے جو دھن دولت کے بل بوتے پر الیکشن جیت کر اسمبلیوں میں پہنچتے ہیں عوام کو غلام اور محکوم بنا دیا گیا ہے حق اور سچ کی آواز کو دبانا ہر حکمران کا وتیرہ رہا ہے۔ نظام انصاف ظلم پر مبنی ہے جہاں امیر اور دولت مند افراد کے لئے انصاف کے پیمانے الگ الگ ہیں۔ طاقتور طبقات سنگین جرائم میں ملوث ہونے کے باوجود ہمیشہ سزاؤں سے بچ جاتے ہیں۔ دوتین سیاسی خاندان جن پر ملکی خزانے سے اربوں کھربوں لوٹنے اور ملک وبیرون ملک بھاری مالیتی جائیدادیں بنانے کے الزامات ہیں، کے خلاف احتسابی عمل برسوں تک سست روی کا شکار رہا ان قومی مجرموں کو سزائیں دینے کی بجائے الٹا رجیم چینج کر کے انھیں ریلیف دے کر ایک بار پھر مسند اقتدار پر بٹھا دیا گیا ہے جنھوں نے آتے ہی نیب قوانین میں

ترامیم کیں اور ایک اطلاع کے مطابق اپنے خلاف 1100 ارب روپے کی کرپشن کے مقدمات کو سردخانے میں ڈال دیا ہے۔ جنھیں جیلوں میں ہونا چاہیے تھا وہ حاکم بن کر ملک وقوم کے فیصلے کر رہے ہیں جبکہ معمولی جرائم میں ملوث غریب اور نادار افراد کی کئی کئی نسلیں انصاف کے حصول کیلئے ترس رہی ہیں۔ بااثر شخصیات کے ملکیتی چینلز پر مادر پدر آزاد میڈیا کو اخلاق باختہ پروگرامز کے ذریعے بے حیائی اور عریانی پھیلانے کی کھلی چھٹی ہے۔ جس کی وجہ سے نوجوان نسل کی اخلاقیات تباہی کے دہانے پر پہنچ چکی ہے اور پورا معاشرہ اخلاقی گراوٹ کی انتہا کو چھو رہا ہے۔ حکومتی پالیسیوں کے باعث ہمارے شاہین صفت نوجوانوں میں مغربی ثقافت کو اپنانے کا جنون سوار ہو چکا اور اسلامی روح کا فقدان نظر آتا ہے۔ شراب فروشی اور شراب نوشی کا مکروہ دھندہ بااثر شخصیات کی سرپرستی میں جاری ہے یہاں تک کہ قومی اسمبلی میں ایک غیر مسلم ہندو رکن اسمبلی کی طرف سے شراب پر پابندی عائد کرنے کے بل کی مخالفت میں مسلمان اراکین پیش پیش رہے۔ صوبہ سندھ کے ایک وزیر کے کمرے سے چیف جسٹس آف پاکستان نے چھاپہ مار کر شراب کی بوتلیں برآمد کیں جنھیں بعدازاں غلط ثابت کر دیا گیا اور پارلیمنٹ لاجز سے بھی شراب کی بوتلیں ملنے کی صدا بازگشت سننے میں آئی مگر کسی کے خلاف کاروائی نہ ہوسکی۔ نظام تعلیم کو کمرشل بنیادوں پر چلایا جارہا ہے جہاں ہر کوئی اپنی مالی حیثیت کے مطابق ڈگریاں خرید سکتا ہے۔ غریب عوام کے بچے تعلیم سے محروم ہیں۔ کیا پاکستان اس لئے بنایا گیا تھا کہ ان حرام خور، بدمعاشوں اور کرپشن میں لتھڑے عناصر کے حوالے کر دیا جائے جن کی سرپرستی میں جرائم پیشہ عناصر دندناتے پھرتے ہیں؟ معاشرہ قعر مذلت کی دلدل میں دھنسا جارہا ہے۔ کلمہ طیبہ لا الٰہ الا اللہ کے نام پر وجود میں آنیوالی مملکت خداداد میں قرآن وسنت کے نظام کی بجائے کفریہ نظام نافذ ہے۔ ملک کی اشرافیہ اپنے عیش وعشرت میں مگن ہے۔ خدارا اب قوم کی تقدیر سے کھیلنا بند کریں حکمرانوں اور قوم کی آنکھیں کھولنے کیلئے ایک امریکی مصنف کی لکھی گئی کتاب کے چند الفاظ ہی کافی ہیں۔

امریکی ماہر معاشیات ومصنف جان پرکنز (John Perkins) جس نے 2004ء میں چھپنے والی اپنی کتاب ''اقتصادی غارت گر'' (Confessions of an Economic Hitman) میں لکھا ہے

I am haunted by the payoffs to the leaders of Poor Countries, the blackmail, and the threats that if they resisted, if they refused to accept loans that would enslave their countries in debit, the CIAs Jackals would overthrow or assassinate them

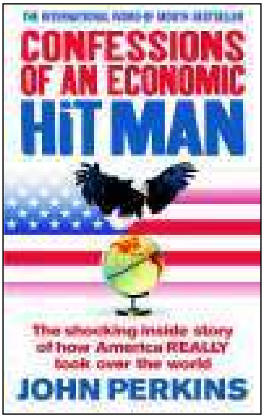

کتاب کے سرورق پر جو تصویر بنی ہے اس میں ایک گدھ دکھایا گیا ہے جس نے پوری دنیا کو اپنے پنجوں میں جکڑ رکھا ہے اور پس منظر میں امریکی جھنڈا ہے اس وقت جان پرکنز بوسٹن میں Chas.T.Main نامی کنسلٹنگ کمپنی میں کام کیا کرتا تھا۔ اس نے لکھا ہے کہ دنیا کی پسماندہ اقوام کو کس طرح خوبصورت اور خوشنما جال میں پھنسایا جاتا ہے۔ اس کے الفاظ آج ایسی تمام پسماندہ اقوام کے تباہ شدہ معاشی ملبے پر عبرت کے طور پر درج ہیں۔ یہ پہلا شخص تھا جس نے عالمی سودی مالیاتی نظام کے شکنجے کو بے نقاب کیا، اس کے بتائے ہوئے شکنجے کے مطابق عالمی مالیاتی نظام ایسی پسماندہ قوموں کو منتخب کرتا ہے جن کے پاس معدنی یا زرعی وسائل ہوتے ہیں، ایسی اقوام میں سیاسی لیڈر ہوں یا ڈکٹیٹر، ان کو جان پرکنز جیسے لوگ ایک خوبصورت جال میں پھنساتے ہیں۔ یہ جال بڑے بڑے خوشنما منصوبوں کا جال ہے، جیسے موٹرویز، ائیرپورٹ، ریلوے، میٹروبسیں، شاپنگ مال وغیرہ وغیرہ۔ دنیا بھر میں قرض دینے والے ادارے جیسے W.B، USAID، IMF، G20 اور پیرس کلب وغیرہ موجود ہیں جو اپنی شرائط پر قرضے فراہم کرتے ہیں۔ شرائط ماننے والوں کو ان کا حصہ کمیشن بیرون ممالک میں ہی فراہم کیا جاتا ہے اور انھیں اقتدار میں لانے اور رکھنے کی مکمل گارنٹی دی جاتی ہے اور نہ ماننے والوں کو اقتدار سے الگ کر کے عبرت کا نشان بنا دیا جاتا ہے یا پھر سی آئی اے انھیں قتل کروا دیتی ہے۔ سی آئی اے تو کانگو کے مقبول ترین وزیر اعظم پیٹرس لمابا (Patrice Lumaba) کو قتل بھی کروا دیتی ہے اور اس ملک کو دس سال تک خانہ جنگی میں مبتلا کر دیتی ہے۔ کئی برسوں سے عالمی طاقتوں کی سازش سے دنیا کی دیگر پسماندہ اقوام کی طرح ہمارے ملک کے خلاف جو

ایک جال بنا جا رہا تھا اب اس میں پاکستان کے بائیس کروڑ عوام بھی پھنس چکے ہیں۔ گذشتہ 30/40 سالوں سے پاکستان میں اقتدار کی میوزیکل چیئر کا کھیل کھیلا جا رہا ہے جس کے کردار مقامی ہیں۔ عالمی محاذ آرائی اور گرم ہوتے ہوئے یوکرین اور ہندو چین کے محاذ میں عالمی طاقتوں کو پاکستان کے تخت پر کوئی ایسا شخص نہیں چاہیئے تھا، جس میں تھوڑی سی بھی وسعتِ نظر موجود ہو اور جو خود سے بالاتر ہو کر قوم کا سوچ لے۔ اس لئے حکمران تبدیل کرنے کا ڈرامہ سٹیج کیا گیا دنیا کے کئی پسماندہ مقروض ممالک میں ایسا کیا جا چکا ہے۔ ملک میں تین ماہ قبل اپریل میں رجیم چینج کرنے کا گھناؤنا کھیل کھیلا گیا اور ایسے ملزمان کو جن پر کرپشن کے سنگین الزامات ہیں برسر اقتدار لایا گیا ہے۔ حکومت میں آتے ہی انھوں نے IMF سے ان کی کڑی شرائط پر قرضہ لیا اور قوم کو مہنگائی کی دلدل میں دھکیل دیا۔ قوم اربوں کھربوں کی مقروض ہو چکی اور دیوالیہ ہونے کی خبریں گردش میں ہیں۔ اللہ نہ کرے ایسا ہو۔ ملک وقوم کو مقروض کرنے کی ذمہ داری ہر اس حکمران پر ہے جس نے اربوں کھربوں کے قرضوں میں جکڑی قوم پر بادشاہوں کی طرح حکمرانی کی ہے اور اپنی ذاتی تجوریاں بھر کر ملک کو کنگال کر گئے۔ اس ظلم وناانصافی کے خلاف احساس محرومی کا شکار عوام میں لاوا پک رہا ہے جو کسی بڑے طوفان کا پیش خیمہ ثابت ہو سکتا ہے۔ یومِ آزادی کے موقع پر عہد کیا جائے کہ آئندہ غیر ملکی آشیر باد سے حکومتیں مسلط نہ کی جائیں گی۔ عوام کو اپنی مرضی کے حکمران منتخب کرنے کا موقع دیا جائے۔ اشرافیہ جس میں سیاست دان، جرنیل، عدالتی افسران، بیوروکریسی شامل ہے، کو پرٹوکول کے نام پر دی جانے والی تمام مراعات واپس لے لی جائیں، کرپٹ اشرافیہ بااثر شخصیات دوسرے لفظوں میں لٹیروں بدمعاشوں نے جو قرضے لئے اور معاف کروائے وہ فی الفور واپس لئے جائیں، جن پر قومی دولت خرد برد کرنے کے الزامات ہیں ان کا سخت مگر منصفانہ احتساب کیا جائے۔ عوام کو قناعت وسادگی سے زندگی گزارنے کی ترغیب دی جائے نہ صرف حکومتی سطح پر بلکہ عوامی سطح پر تمام غیر ضروری رسوم ورواج پر دولت کے بے جا اسراف پر پابندی لگائی جائے۔ آسائشوں کے لیے درآمد کی جانے والی بڑی گاڑیوں اور دیگر غیر ضروری اشیاء کی درآمد پر مکمل پابندی عائد کی جائے۔ مہنگائی کے باعث عوام میں پھیلنے والی بے چینی کو ختم کرنے کیلئے اقدامات کیے جائیں۔ بحیثیتِ قوم (باقی برصفحہ 64)

پاکستانی ریاست اور عوام کی دکھتی رگ: معیشت

محمد نذیر یاسین

کسی زمانے میں سلطنت عثمانیہ کو یورپ کا ''مردِ بیمار'' کہا جاتا تھا۔ تاہم اس کی باقیات ترکی اب ایک مضبوط معیشت کا حامل اور دنیا کی ٹاپ دس معیشتوں میں شمولیت کے لیے پرتول رہا ہے۔ دوسری طرف پاکستان ہے جو اپنے قیام کے بعد کافی سالوں تک نہ صرف فاضل بجٹ کا حامل رہا بلکہ دوسری جنگ عظیم سے تباہ حال جرمنی کو قرض بھی دیتا رہا، آج معاشی تباہی و دیوالیہ پن کے کنارے کھڑا ہے۔ اس کی تین بڑی وجوہات بیان کی جاسکتی ہے: پہلی تو زبان زدِ عام ہے کہ سیاستدانوں اور افسر شاہی کی کرپشن نے ہمیں اس حال تک پہنچایا۔ جبکہ دوسری وجہ بھی عام فہم ہے کہ جب ہم نے اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلانا چھوڑ دیے تو دن بدن قرضوں کے بوجھ تلے دبتے چلے گئے۔ تیسری اور بڑی وجہ وہ عالمی معاشی استحصالی مافیا ہے جو رنگ برنگے خواب دکھا کر اور قرضے کی مہ پلا کر ترقی پذیر ممالک کو اپنے شکنجے میں کستا رہا ہے۔ آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک وغیرہ اسی مافیا کے کارندے و ہتھیار ہیں جو میگا پراجیکٹس و میگا اخراجات کے لئے فنڈنگ کر کے غریب ممالک کو اپنے معاشی شکنجے میں کستے رہتے ہیں۔ چونکہ ایسے پراجیکٹ و پلانز میں بڑے پیمانے پر کمیشن و خرد برد کے مواقع کے علاوہ ظاہری چمک دمک بھی موجود ہوتی ہے، لہٰذا ہماری ریاست کے سبھی کارپرداز اُن میں خصوصی دلچسپی و سرگرمی کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ چاہے ان کے نتیجے میں ملک کتنا ہی مقروض و دیوالیہ ہوتا چلا جائے۔ پہلے ملک کی بڑی شاہرائیں اور قومی عمارتیں گروی رکھی گئی تھیں اور اب اسٹیٹ بینک کا کنٹرول بھی ان کے ہاتھ میں دے دیا گیا ہے۔ اگرچہ ہماری معاشی پالیسیاں ایک عرصے سے ہی عالمی مالیاتی اداروں کے زیرِ اثر چل رہی تھیں مگر اب تو

اس ناجائز تعلق کو قانونی بندھن کی حیثیت دے دی گئی ہے۔اس معاملے کا افسوس ناک ترین پہلو یہ ہے کہ اسٹیٹ بینک کے بارے میں قانونی بل حکومت اور اپوزیشن کی ملی بھگت سے منظور کیا گیا ہے۔معاشی غلامی کے اس پرچم تلے سبھی سیاسی جماعتیں اور ریاستی ادارے ایک نظر آ رہے ہیں۔ معیشت کے سدھار کے لئے کوئی بھی کوئی انقلابی و غیر معمولی، مگر ٹھوس اقدامات اٹھانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ایسی چہ مگوئیاں بھی ہو رہی ہیں کہ قرضوں کی معافی یا ان میں کمی کی قیمت پر ملکی ایٹمی صلاحیت سے دستبرداری کی نوبت بھی آ سکتی ہے۔موجودہ حکومت فیصلے سازی کے حوالے سے جس آمرانہ روش پر چل رہی ہے، اس سے ایسے کسی فیصلے کا شدید خطرہ لاحق ہوتا جا رہا ہے۔دوسری طرف مہنگائی اور افراطِ زر نے غریب عوام کا بجٹ بالکل تلپٹ کر کے رکھ دیا ہے۔غریب عوام کے لئے اب ضروریاتِ زندگی پوری کرنا بھی انتہائی مشکل ہوتا جا رہا ہے۔

ان حالات میں اب زیادہ ذمہ داری ہماری دینی قوتوں پر عائد ہوتی ہے کہ قوم کو موجودہ استحصالی سودی نظام کے مقابلے میں اسلامی مالیاتی نظام کا مضبوط عملی لائحہ عمل فراہم کریں اور اسلامی انقلاب کے لیے ان کی ذہن سازی کریں۔سب سے پہلے تو قوم کو حکومت کے تازہ ترین و بدترین اقدام یعنی اسٹیٹ بینک کی آئی ایم ایف کو حوالگی کے خوفناک نتائج سے آگاہ کیا جائے، دوسرے نمبر پر سودی نظامِ معیشت کی تباہ کاریوں کے حوالے سے ذہن سازی کی جائے، تیسرے نمبر پر کاغذی کرنسی کے ذریعے عوام کے ساتھ ہونے والے عالمی فراڈ کو عریاں وعیاں کیا جائے، چوتھے نمبر پر ملک میں جاری اس ناجائز مراعاتی کلچر سے تفصیلی آگاہی دی جائے جس کی وجہ سے ہمارے پاؤں چادر سے بہت باہر نکل چکے ہیں اور پانچویں نمبر پر عوام کے سامنے اسلام کے فلاحی و عادلانہ نظام حکومت کی تفصیلات رکھی جائیں تاکہ وہ جان سکیں کہ اسلامی نظام قائم ہونے کی صورت میں انہیں کیا کیا معاشی فوائد وسہولیات حاصل ہوں گی۔اگر ہم ایسا کرنے میں کسی حد تک کامیاب ہوگئے تو نہ صرف نظامِ باطل کے رکھوالوں کی دکھتی رگ کو چھیڑنے میں کامیاب رہیں گے، بلکہ استحصالی نظام میں دن بدن سسکتی عوام کی دکھتی رگوں میں جذبہ انقلاب کا خون دوڑانے میں بھی کامیاب رہیں گے۔تاریخ کا سبق بھی یہی ہے کہ کسی بھی انقلاب وتحریک میں معاشی مسائل ہی اہم ترین وفیصلہ کن کردار ادا کرتے رہے ہیں۔

یا ہنوز اندر تلاشِ مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وسلم) است

عبد اللہ ابراھیم

1 امریکی صدر جو بائیڈن کا 4 روزہ دورہ مشرقِ وسطیٰ

امریکی صدر جو بائیڈن نے جولائی میں مشرقِ وسطی کا چار روزہ دورہ کیا۔ پہلے وہ اسرائیل پہنچے اور پھر وہاں سے 15 جولائی کو سعودی عرب آئے۔ ان کے دورے کی نمایاں بات عرب اسرائیل تعلقات کو بہتر بنانا محسوس ہوا۔ اسرائیل پہنچ کر انہوں اسرائیل کے تحفظ کے لئے امریکی عزم کو دوہرایا۔ پہلے یہ شوشہ چھوڑا گیا کہ وہ یہاں سے مدینہ ائیر پورٹ جائیں گے جو کہ حرم کا علاقہ ہے۔ پھر اگرچہ وہ وہاں نہ اترے مگر ان کی آمد کے دن سعودی عرب نے خیر سگالی کے طور پر تمام اسرائیلی جہازوں کو فضائی رستہ دیا۔ ان کی محمد بن سلمان سے ملاقات بھی ہوئی۔ بظاہر امریکہ ایران کا ڈراوا دے کر عربوں کو اسرائیل سے تعلقات مکمل طور پر قائم کرنے پر زور دے رہا ہے۔ یعنی موجودہ امریکی حکومت بظاہر ایران سے نیوکلیئر معاہدہ بھی چاہتی ہے مگر ایران کے خلاف اسرائیل کو عرب اتحاد میں بھی شامل کرنا چاہتی ہے۔ مجموعی طور پر یہ دورہ ''فرنگ کی رگِ جاں پنجہ یہود میں ہے'' کی واضح مثال تھا۔

2 روس اور یوکرائن کی جنگ طوالت کا شکار

24 فروری سے جاری جنگ جو کہ روس کے حملے سے شروع ہوئی وہ ابھی تک جاری ہے۔ روس اس جنگ کو اب محدود علاقے میں لڑ رہا ہے اور اس کو کامیابی بھی مل رہی ہے مگر اس کی

رفتار کافی آہستہ ہے نیٹو اور امریکہ، یوکرائن کو اس حد تک امداد دے رہے ہیں کہ وہ روس کے خلاف یہ جنگ جاری رکھے۔ مجموعی طور پر امریکی مقصد روس کو زیادہ سے زیادہ اس جنگ میں اُلجھا کر روسی وسائل ضائع کرنا اور اپنے پرانے بدلے چکانے کی کوشش ہے۔ روس اگرچہ معاشی طور پر اس جنگ کو سہار چکا ہے مگر کسی بھی علاقے میں زمینی قبضہ کرنا اور قائم رکھنا ایک مشکل امر ہوتا ہے۔ فی الحال یہ جنگ چوہے بلی کے کھیل کی طرح چل رہی ہے۔

3 سعودی عرب میں اس سال خطبہ حج کے لئے خطیب کا تقرر

ماضی قریب تک عرفات میں حج کا خطبہ سعودی عرب کے مفتی اعظم دیا کرتے تھے مگر 2016ء سے یہ روایت ختم کردی گئی۔ 2021ء میں حج کا خطبہ مسجد الحرام ہی کے ایک خطیب شیخ بندر بن عبدالعزیز نے دیا۔ 2022ء کے لئے رابطہ عالم اسلامی کے جنرل سیکریٹری محمد بن عبدالکریم العیسی کا انتخاب کیا گیا۔ العیسی بین المذاہب ہم آہنگی پر زور دیتے ہیں اور سیاسی اسلام کے خلاف ہیں اور اس لحاظ سے یہ تبدیلی کافی محسوس کی گئی۔

4 پاکستان کے بجٹ 2022 کی منظوری اور IMF کی بڑھتی گرفت

پاکستان کا آئندہ مالی سال کا بجٹ جو کہ 10 جون کو پیش کیا گیا تھا وہ جون کے اواخر میں کئی ترامیم کے بعد منظور کرلیا گیا۔ اس بجٹ کی نمایاں بات عالمی مالیاتی اداروں کی واضح اور بڑھتی ہوئی مداخلت تھی۔ چونکہ پاکستان آئی ایم ایف سے قرضہ لینے پر مجبور ہے اور پچھلی حکومت نے قرض کی قسط لینے کے بعد معاہدے سے انحراف کیا تھا۔ اس لئے اب مالیاتی ادارے اگلی قسط سے پہلے خوب ناکوں سے چنے چبوا رہے ہیں۔

کئی تجاویز جو کہ مجوزہ بجٹ میں شامل تھیں وہ حتمی بجٹ سے نکالنا پڑیں کہ وہ عالمی مالیاتی اداروں کی شرائط کے مطابق نہیں تھیں۔ بہر حال لگتا ہے کہ اس وقت آئی ایم ایف وغیرہ ہمیں تقریباً مکمل طور پر گھیرنے میں کامیاب ہوگئے ہیں اور موجودہ غیر یقینی سیاسی صورتحال ان کی گرفت کو اور بڑھا رہی ہے جو کہ نہایت پریشان کن ہے۔

5 سود کے خلاف وفاقی شرعی عدالت کا فیصلہ اور موجودہ صورتحال

رمضان کے اواخر میں وفاقی شرعی عدالت کا جو فیصلہ آیا تھا اس میں سود کو ختم کرنے کے

حکومت کو مرحلہ وار مناسب وقت دیا گیا تھا۔ تاہم 25 جون کو سٹیٹ بینک آف پاکستان اور کچھ دوسرے بنکوں نے اس کے خلاف اور بعض معاملات میں مزید وضاحت کے لئے سپریم کورٹ میں اپیل دائر کر دی۔ عام طور پر اس طرح کی اپیلوں سے معاملہ سالہا سال تک لٹک جاتا ہے یا بالکل واپس کر دیا جاتا ہے۔ لوگوں کے دباؤ میں حکومت نے 29 جون کو اعلان کیا کہ ہمارے کنٹرول میں صرف نیشنل بنک ہے اور وہ اپنی اپیل واپس لے رہا ہے۔ تاہم اس سے اس اپیل پر کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ 20 جولائی کو وزیر اعظم کی ہدایت پر غیر سودی نظام کی راہ میں حائل مشکلات کا جائزہ لینے کے لئے ایک ٹاسک فورس بنا دی گئی ہے جس میں علماء کو بھی شامل کیا گیا ہے۔ یہ معاملہ نسبتاً بہتر ہے اور دعا ہے کہ یہ معاملہ اپنے نفاذ کی طرف جائے اور راہ کی رکاوٹیں دور کی جائیں۔ اگر اس اقدام کے ساتھ ساتھ اگر اپیل واپس لے لی جائے تو یہ بہت بہتر طرز عمل ہوگا۔

6 پنجاب میں صوبائی اسمبلی کی 20 نشستوں پر انتخابات اور 22 جولائی کو وزیر اعلیٰ کا انتخاب

سپریم کورٹ نے پی ٹی آئی کے 25 ارکان جنہوں نے پارٹی ہدایات کے برخلاف مسلم لیگ ن کے امیدوار کو ووٹ دیا تھا۔ ان سب کو نااہل قرار دے دیا تھا۔ اس سلسلے میں 20 نشستوں پر 17 جولائی کو انتخابات ہوئے اور پی ٹی آئی ان میں سے 15 نشستیں برقرار رکھنے میں کامیاب رہی۔ یہ نشستیں اگرچہ تحریک انصاف کی ہی تھی اور انہی نااہل امیدواروں کو مسلم لیگ کی طرف سے ٹکٹ دینا مسلم لیگ ن کے لئے اخلاقی طور پر کمزور پوزیشن بن گیا تاہم پھر بھی نتائج ان کے لئے ایک دھچکا تھے۔ 22 جولائی کو وزیر اعلیٰ کے انتخاب میں اتحادیوں کو ملا کر تحریک انصاف کی عددی برتری تھی تاہم حکومت نے مسلم لیگ ق کے صدر کو ساتھ ملا کر داؤ کھیلا اور دس ووٹ مسترد کروا کر حمزہ شہباز کو وزیر اعلیٰ برقرار رکھا۔ چونکہ یہ اب اختلافی معاملہ ہے اور عدالت میں جائے گا لہٰذا غیر یقینی سیاسی صورتحال ابھی اسی طرح جاری رہے گی جو کہ تشویش ناک ہے۔

7 پاکستان کی مخدوش مالی صورتحال اور روپے کی قدر میں مزید کمی

پاکستان پہلے ہی آئی ایم ایف کی تمام مشکل شرائط کو مان کر مشکل میں تھا اور اس امید

میں تھا کہ شاید آئی ایم ایف سے قرض کی منظوری کے بعد روپیہ کی قدر 200 روپے فی ڈالر تک کم ہو اور یہیں رک جائے مگر 17 جولائی کے صوبائی انتخابی نتائج نے غیر یقینی کو ہوا دی اور روپے کی قدر 228 روپے فی ڈالر تک گر چکی ہے۔ پھر وزیر اعلیٰ کے انتخاب کا معاملہ بھی متنازعہ ہو گیا ہے اور یہ غیر یقینی سیاسی صورتحال کی طوالت ملک کے لئے بڑی مہلک ثابت ہو رہی ہے۔ ہم سری لنکا جیسی دیوالیہ ہونے کی صورتحال سے تو شاید بچ جائیں مگر مہنگائی کی لہر غریب اور متوسط طبقے کے لئے مزید اذیت ناک ہو جائے گی۔

بقیہ از پاکستان کا مطلب کیا؟............

ہم نے اغیار کی غلامی قبول کر رکھی ہے غلامی کا طوق اتارنے کے لیے صالح قیادت کی اشد ضرورت ہے جو اسلام کے منصفانہ اور عادلانہ نظام کے تحت ہی ممکن ہے۔ مقتدر طبقات کو سری لنکا کی موجودہ سنگین صورت حال سے سبق حاصل کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ حکمران طبقہ اپنے ذاتی مفادات کے لئے غیر ملکی آشیر باد کے ساتھ حکومت کرنا چھوڑ دیں۔ اگر ملکی اور عوامی مفاد کو سامنے نہ رکھا گیا اور مقتدر طبقات نے روش نہ بدلی تو خونی انقلاب کا راستہ نہیں رک سکے گا جس میں اشرافیہ سمیت سب کچھ ختم ہو جائے گا اور پھر حصول پاکستان کے اصل مقصد سے انحراف کرنے والے اللہ تعالیٰ کی گرفت سے نہ بچ سکیں گے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی سازشوں کو ناکام بنا کر اس ملک کو عظیم اسلامی ملک بنائیں اور اللہ تعالیٰ سے کیا گیا نفاذِ اسلام کا وعدہ پورا کریں۔ اگر غفلت برتی گئی اور غیر ملکی ایجنڈے پر گامزن عناصر کے رحم وکرم پر چھوڑ دیا گیا تو خدانخواستہ وطن عزیز کی سالمیت کو نقصان پہنچ سکتا ہے۔

ؔ وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

فرمودۂ اقبال

تسلیم و رضا

ہر شاخ سے یہ نکتۂ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا!
ظلمت کدۂ خاک پہ شاکر نہیں رہتا
ہر لحظہ ہے دانے کو جنوں نشو و نما کا!
فطرت کے تقاضوں پہ نہ کر راہِ عمل بند
مقصود ہے کچھ اور ہی تسلیم و رضا کا!
جرأت ہو نمو کی تو فضا تنگ نہیں ہے
اے مردِ خدا ملکِ خدا تنگ نہیں ہے

فرمانِ قائد

یومِ آزادی
14 اگست

قائداعظم محمد علی جناح نے 11 اکتوبر 1947ء کو کراچی میں سول اور افواجِ پاکستان (ملٹری، نیوی اور ائرفورس) سے خطاب میں فرمایا:

"God has given us a grand opportunity to show our worth as architects of a new State; let it not be said that we did not prove equal to the task".

''اللہ تعالیٰ نے ہمیں (جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کو) یہ عظیم موقع دیا ہے کہ ہم ایک نئی ریاست کی تعمیر و ترقی کے لیے اپنی قابلیت دکھائیں اس کے لیے ہمیں از حد محنت کرنا ہوگی۔ کہیں مستقبل کا مؤرّخ یہ نہ کہے کہ ہم اس عظیم کام کے اہل ثابت نہ ہو سکے''۔

(پاکستان کی پون صدی کی تاریخ کیا بتا رہی ہے؟
ہر ذی شعور مسلم نوجوان کے لیے لمحہ فکریہ ہے)

Vol 16
CPL No: FD 30/07
HIKMAT-E-BAALGHA
AUGUST 2022
No 08

فکرِ فاروقیؒ

ہماری دُعا ہے کہ اس ملک خداداد پاکستان کی نظریاتی بنیادیں مضبوط ہوں یہ ملک خالق کائنات کے عالمی غلبہ اسلام کے منصوبے کی اہم کڑی ہے اور حقیقت یہی ہے کہ جو حکمران اس ملک عزیز کو اس سمت میں آگے لے جائے گا وہ امر ہو جائے گا اور جو (بدنصیب) اس ملک کو اس کی نظریاتی پٹڑی سے اُتارنے کی کوشش کرے گا وہ خود نشانِ عبرت بن جائے گا۔

اہل پاکستان کی کامیابی کا راز یہی ہے کہ جنوبی ایشیا کے مسلمانوں کی چار صد سالہ محنت سے حاصل کردہ اس ملک کو نظریاتی رُخ پر ڈال سکیں۔ اسی سے ہماری اور اس ملک کے باسیوں (مسلم و غیر مسلم) کی دنیا بھی بنے گی اور آخرت کی بہتری بھی میسر آ سکتی ہے۔اس نظریاتی جدوجہد کے لیے پاکستان کا ہر شہری اتنا ذمہ دار ہے جتنا اس کے پاس اختیار ہے۔ہم اپنے طور پر جو بن آتا ہے کر رہے ہیں جو کام بڑی شخصیات اور مقتدر طبقہ کے کرنے کا ہے اس کے لیے وہی جوابدہ ہیں ہمارا کام توجہ دلانا ہے جو ہم کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

ؔ اِک طرز تغافل ہے سو اُن کو مبارک
اِک عرضِ تمنا ہے سو ہم کرتے رہیں گے

(حکمت بالغہ ستمبر 18ء)